خون کا خواب

اشتیاق احمد



☆ شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے ☆

ناول نمبر 710

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز

خون کا خواب

انشتیاق احمد

نئی نسل کے لیے

نیا ادب......

حیرت، تجسس اور سراغرسانی کے انوکھے انداز!

نام ناول................ خون کا خواب

ناشر......................اشتیاق احمد

تزئین.................... محمد سعید نامدار

سرکولیشن..................محمد یار میجر

کمپوزنگ.................دانیال کمپیوٹرز۔ جھنگ

قیمت......................-/90 روپے

سالانہ چندہ (بذریعہ رجسٹری)..........-/950

گنج شکر پرنٹر سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

انداز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد، سانده کلاں، لاہور

فون-7112969

سب آفس: بازار لوہاراں۔ جھنگ صدر

فون: 614295-613295

اسٹاکسٹ: رفیق مغل نیوز ایجنسی۔ ہسپتال روڈ۔ لاہور
فیروز سنز 60 دی مال۔ لاہور
محبوب بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”قسم اُس ذاتِ پاک کی، جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس اُمت کا (یعنی اس دَور کا) جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اُس کو پہنچ جائے) اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے، تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہوگا۔“

(رواہ مسلم)



حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہیں، کہ اُنہوں نے بیان کیا، کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے سوال کیا:

”یارسول اللہ ﷺ! ایک نصرانی شخص ہے جوانجیل

کے موافق عمل کرتا ہے، اور اسی طرح ایک یہودی شخص ہے، جو تورات کے احکام پر چلتا ہے، اور وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے، مگر اس کے باجودہ آپ کے دین اور آپ کی شریعت پر نہیں چلتا، تو فرمائیے کہ اس کا کیا حکم ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس یہودی یا جس نصرانی نے میری بابت سن لیا (یعنی میری دعوت اُس کو پہنچ گئی) اور اُس کے بعد بھی اُس نے میری پیروی اختیار نہیں کی، تو وہ دوزخ میں جانے والا ہے۔''

(دارقطنی)



دو باتیں

السلام علیکم!

حیرت ہے، کمال ہے، افسوس ہے... آخر ہمیں بالکل سامنے کی بات کیوں نظر نہیں آتی... ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں، ایک نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں، ایک قرآن کو ماننے کا شور مچاتے ہیں، یہ اعلان بار بار کیا جاتا ہے کہ قرآن کی تعلیم پر عمل کرو... ہمارے لیے قرآن مشعل راہ ہے... حکومتی طبقہ بھی دن رات یہی راگ الاپتا ہے... عام طبقہ بھی، خاص طبقہ بھی... علما کا طبقہ بھی... غرض ہر سطح کے لوگ یہی کہتے نظر آئیں گے... کہ ملک میں قرآن کا قانون ہونا چاہیے... ہم فیصلے قرآن کے مطابق کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں... غرض ہر طرف سے اپنی اپنی بولیاں قرآن کے حق میں بولی جاتی ہیں... جب کوئی تقریب ہوتی ہے... تو تقریب کے آغاز میں پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے... سب لوگ نہایت خاموشی اور ادب سے تلاوت کو سنتے ہیں... سر دھنتے ہیں... یہاں تک کہ جب افغانستان میں امریکہ کی تیار کردہ عبوری حکومت کے سربراہ حامد کرزئی نے حلف

اٹھایا... تو اس تقریب سے پہلے بھی قرآن کریم کی تلاوت کی گئی...
وہاں اقوام متحدہ کے نمائندے بھی تھے، امریکی تو تھے ہی... باقی دنیا
کے بھی بڑے بڑے لوگ بلائے گئے تھے... تو اس محفل میں بھی پہلے
قرآن ہی پڑھا گیا... اور وہاں یہ سب لوگ آپس میں دوست احباب
کے انداز میں بیٹھے تھے... اس طرح یہ تقریب ختم ہوگئی... کرزئی
صاحب عبوری حکمران بن گئے... کس کی مدد سے... امریکہ کی مدد
سے... اب کون نہیں جانتا کہ امریکہ مذہباً عیسائی ہے... برطانیہ مذہباً
عیسائی ہے... اسرائیلی مذہباً اور نسلاً یہودی ہیں... ہیں نا... گویا یہ
حکومت یہود و نصاریٰ کی کوششوں سے بنی تھی... افغانستان میں
بمباری میں ہماری حکومت کا تعاون بھی شامل تھا، یہ بات ساری دنیا
جانتی ہے... اور اب بھی ہم بھارت کے سلسلے میں امریکہ کا ساتھ دے
رہے ہیں... ہم کتنے سادہ ہیں، قرآن کی تعلیم کے لحاظ سے ہم کتنے ان
پڑھ ہیں... اگر ان پڑھ نہیں ہیں، پڑھے لکھے ہیں تو پھر ہمارا قرآن پر
ایمان نہیں، ہم قرآن کو اللہ کی آخری کتاب نہیں مانتے، ہم کتاب کو
ایک عام کتاب کا درجہ بھی نہیں دیتے، ہم قرآن کو اپنی عقل کے مقابلے
میں بھی کچھ نہیں سمجھتے... ہم سمجھتے ہیں، قرآن سے بہتر تو ہم سوچ لیتے
ہیں... قرآن سے بہتر تو ہم سمجھ لیتے ہیں... قرآن سے بہتر زندگی
گزارنے کے طریقے تو ہم جانتے ہیں، کر سکتے ہیں، بنا سکتے ہیں...
سوچ سکتے ہیں، ہمارا بنایا ہوا نظام، طریقہ، سوچ، لائحہ عمل قرآن سے ہر

طرح سے بہتر ہے... قابل عمل ہے... اس لیے کہ اگر ہم قرآن پر عمل کریں گے تو سب سے پہلے یہ ماننا ہوگا...

یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں (اور جو دوست نہیں، وہ دشمن ہے) یہ آپس میں دوست ہیں...

اب غور کریں... کیا ہم قرآن کی اس بات پر عمل کرتے ہیں' ایک لمحے کے لیے اس پر سوچتے ہیں... ہم نے تو دوست بنا ہی یہود و نصاریٰ کو رکھا ہے... اس کا نتیجہ جانتے ہیں کیا نکلا ہے... یا نکلے گا... یہود اور نصاریٰ روز بروز ہمارے سروں پر چڑھتے جائیں گے... کھل کر دشمنی پر اتر آئیں گے... جس قدر وہ دشمنی کریں گے... ہم اسی قدر کہیں گے یہ ہمارے دوست ہیں... ہمارے ہمدرد ہیں... پاکستان کام اگر کوئی آ سکتا ہے تو یہی... ادھر وہ اپنی دشمنی کا دائرہ بڑھاتے چلے جائیں، ادھر ہم وہی راگ الاپتے رہیں گے... یہ ہمارے دوست ہیں' یہ ہمارے دوست ہیں... جب سب کچھ ہم انہیں دے بیٹھیں گے... سب کچھ گنوا دیں گے، تب بھی ہم ہوش کے ناخن نہیں لیں گے... کیونکہ ہمارا ایمان قرآن پر نہیں ہے... اس وقت بھی ہم یہی کہیں گے، یہ ہمارے دوست ہیں... دوست ہیں... دوست رہیں گے... یہ لوگ ہم سے دشمنیاں کریں... لاکھ ہمیں نقصان پہنچائیں... یہ ہمارے ہوائی اڈوں پر قبضہ جمالیں... چاہے ہمارے ایٹمی راز چرالیں... رہیں گے ہمارے دوست ہی... اس لیے کہ آخر ہمارے پاس ان کی

دوستی کے سوار کھا ہی کیا ہے... اور یہ سب صرف اور صرف اس لیے کہ ہم قرآن کو دوست نہیں رکھتے، اگر ہم نے قرآن کو دوست سمجھا ہوتا... اس پر عمل کیا ہوتا ہم تو کہتے... نہیں نہیں... ہمارے اللہ کی یہ کتاب ہماری دوست ہے... پھر ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں، کس طرح مان سکتے ہیں... کس طرح سمجھ سکتے ہیں... کس طرح جان سکتے ہیں... ہرگز نہیں... ہمارا قرآن پر ایمان ہے... لہٰذا یہ ہمارے دوست نہیں..

لیکن قرآن پر ایمان ہوگا... تبھی ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں... ایمان نہیں ہوگا تو یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں... لہٰذا ہمیں بالکل سامنے کی بات نظر نہیں آتی... سامنے کی بات صرف اور صرف یہ ہے کہ

''یہود و نصاریٰ ہمارے دوست نہیں، یہ آپس میں دوست ہیں۔''

چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھ لیں... غور کرلیں... قرآن کی یہ بات آج بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے... لیکن...

اب اس لیکن کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش بھی کہاں ہے...

اشتیاق احمد

کک... کیا کہا...

رات کی تاریکی میں وہ گھر سے نکلا... اس نے چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھا... ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا، البتہ موت کا یہ سناٹا کبھی کبھار دور سے بھونکنے والا کتا ضرور توڑ دیتا تھا۔ اب وہ سیدھا چلا جا رہا تھا... پھر اس نے سڑک سے اتر کر ایک گلی کا رخ کیا... ایسے میں چوکیدار کی تیز آواز نے اسے چونکا دیا:

''خبردار... کون ہے... رک جاؤ۔''

اس کا دل زور سے دھڑکا.. وہ رک گیا۔ گلی میں سے چوکیدار چلا آ رہا تھا... اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی، یوں بھی گلی کی لائٹ جل رہی تھی... پھر بھی اس نے ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ماری...

''کون ہو تم... اور کہاں جا رہے ہو؟''

''مم... میرے ایک دوست یہاں رہتے ہیں... انہیں کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے... فون کیا تھا انہوں نے... لہٰذا میں گھر سے نکل کر اس طرف آ گیا ہوں... کیا اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے۔''

''ہاں! رات کے دو بج رہے ہیں اور میں یہاں چوکیدار مقرر ہوں... محلے کے لوگوں نے مل جل کر مجھے چوکیدار مقرر کر رکھا ہے۔''

''لیکن میں کیا کروں... میرا دوست بیمار ہے۔''

''میں تمہارے ساتھ اس کے گھر تک چلوں گا... اگر اس نے تمہیں پہچان لیا تو ٹھیک... ورنہ پھر ہم پولیس کو فون کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

اب دونوں آگے بڑھے... ایک دروازے پر رک کر اس نے کہا:

''یہاں رہتا ہے... میرا دوست۔''

''تو شیخ بابر تمہارے دوست ہیں... لیکن پہلے تو میں نے آپ کو کبھی اس طرف آتے جاتے نہیں دیکھا۔'' چوکیدار نے شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں دن کے اوقات میں آتا ہوں... آپ رات کو ہوتے ہیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''اوہ ہاں... بات تو ٹھیک ہے۔'' چوکیدار نے کہا۔

اب اس نے دروازے کی گھنٹی بجائی... رات کا پچھلا پہر تھا، فوری طور پر تو کیا دروازہ کھلتا... تین منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی نظر آیا... اس نے حیرت زدہ انداز میں اسے اور چوکیدار کو دیکھا... پھر اس نے کہا:

''کیا بات ہے؟''

''کیا آپ ان صاحب کو نہیں جانتے۔'' چوکیدار نے حیران ہو کر کہا۔

''نہیں... بالکل نہیں۔''

''تب یہ ضرور کوئی چور ہے۔''

''نہیں... میں چور نہیں ہوں۔''

''تم نے کہا تھا... تم اپنے دوست کے پاس جا رہے ہو، اس کا تمہیں فون ملا تھا، یہ کہ وہ بیمار ہے... لیکن یہ تو آپ کو پہچانتے بھی نہیں.. آخر تم نے جھوٹ کیوں بولا...''

''یہ بات تو خود میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''کیا مطلب؟'' اندر سے نکلنے والے نے کہا۔

''مجھے میرے دوست نے فون کیا تھا کہ میں بیمار ہوں... جلد آؤ... میں گھر سے نکلا اور سیدھا اس طرف آیا... آخر میں یہاں کیوں آیا... میں اپنے دوست کی طرف کیوں نہیں گیا... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''یہ کیا بات ہوئی...'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

''میری خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا بات ہوئی ہے...''

''آپ کا دوست کہاں رہتا ہے۔''

''مجھے یاد نہیں آ رہا۔''

''آ جائے گا... پولیس اسٹیشن میں ... شیخ صاحب ذرا فون کریں پولیس کو... جب وہاں اسے دو چار بے بھاؤ کی پڑیں گی نا... تو یہ سیدھا ہو جائے گا۔''

''اچھی بات ہے... اب یہی کرنا ہوگا۔''

''ہاں! ٹھیک ہے۔'' وہ نہ جانے کیوں خوش ہو گیا۔

''ارے بھائی... کیا ٹھیک ہے... آپ تو کر دیں گے ہمیں پاگل۔''

''اوہ... اوہ۔'' چوکیدار کے منہ سے خوف زدہ انداز میں نکلا۔

''اب تمہیں کیا ہوا۔'' شیخ صاحب نے منہ بنایا۔

''کہیں یہ کوئی پاگل تو نہیں۔''

''ہا ہا... بہت دیر میں سمجھے... بلاؤ پولیس کو... میں تو خود چاہتا ہوں... وہ لوگ مجھے پکڑ لیں... مجھے خوب ماریں... پھر جیل بھیج دیں... یا پاگل خانے بھیج دیں... لیکن کوئی میری بات پر یقین نہیں کرتا... کوئی مجھے گرفتار نہیں کرتا... شیخ صاحب خدا کے لیے مجھے گرفتار کرا دیں۔''

''کک... کیا کہا... گرفتار کرا دوں... جاؤ بھائی... تنگ نہ کرو... خود پاگل ہو اور دوسروں کو پاگل کرتے پھر رہے ہو... وہ بھی رات کے دو بجے... ہے کوئی تک۔''

''نہیں... کوئی تک نہیں ہے... میں کب کہتا ہوں... میں تو کہتا ہوں... یہاں کہیں بھی... کسی بات میں بھی کوئی تک نہیں ہے۔''

''مجھے تو بہت زور کی نیند آ رہی ہے... میں تو جا رہا ہوں... چوکیدار... اب تم جانو... یہ جانے۔''

''نن نہیں... مم... مجھے پاگلوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی شیخ صاحب نے کھڑاک سے دروازہ بند کر دیا۔

''ہاہاہا... اب آئے گا مزا... اب میں تمہیں پکڑ کر کھاؤں گا۔'' وہ ہنسا۔

''کیا کہا...'' چوکیدار نے خوف کے عالم میں کہا اور بھاگ نکلا۔

وہ ہنس پڑا... اور ایک بار پھر دستک دی... گھنٹی بجاتا ہی چلا گیا... پھر جونہی دروازہ کھلا اور شیخ صاحب کا غصے میں بھرا ہوا چہرہ نظر آیا... وہ یک دم اندر داخل ہو گیا... اور سرد آواز میں بولا:

''دروازہ بند کر دیں شیخ صاحب۔''

''اف! کس پاگل سے پالا پڑ گیا ہے... میں کہتا ہوں... پہلے تم باہر نکلو... پھر میں دروازہ بند کروں گا۔''

''اب وقت گزر چکا ہے...'' اس کی آواز مزید سرد ہو گئی۔

''کیا... کہا... وقت گزر چکا ہے... کس بات کا وقت گزر

چکا ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس بات کا... کہ اب میں باہر چلا جاؤں... اب میں ذرا دیر بعد جاؤں گا... یہ دیکھیے... میرے ہاتھ میں کیا ہے۔"

شیخ صاحب نے اس طرف دیکھا اور پھر آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں... اس کے ایک ہاتھ میں خنجر اور دوسرے ہاتھ میں پستول تھا۔

"منہ سے آواز نہ نکالیں شیخ صاحب... ادھر آ جائیں... ورنہ میں گولی مارنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔" اس کی آواز اور سرد ہو گئی۔

شیخ صاحب کانپ گئے... جلدی سے اندر کی طرف آ گئے... دروازہ بند کرنے کی وہ اپنے آپ میں ہمت نہیں پا رہے تھے... اس نے خود آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا، اس حالت میں اس نے اپنے پستول کا رخ ان کی طرف رکھا تھا۔

"تت... تم تو ڈاکو ہو... چور ہو۔"

"نہیں... آپ غلط سمجھے... نہ میں ڈاکو ہوں... نہ چور... بلکہ میں تو قاتل ہوں... قاتل۔"

"کیا کہا... قاتل... ارے باپ رے... یہ تو اور زیادہ خوفناک بات ہو گئی۔" شیخ صاحب تو لگے تھر تھر کانپنے۔

"ہاں! ہے تو یہ خوفناک بات۔"

''لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے... میں تو تمہیں جانتا تک نہیں... تم کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔''

''میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا... کوئی اور قتل کرنا چاہتا ہے، میں تو کرائے کا قاتل ہوں... اس نے تمہارے قتل کے لیے پیسے دیے ہیں۔''

''پپ... پیسے... کتنے پیسے... پیسے تو میں تمہیں اس سے دوگنا دے سکتا ہوں۔''

''شیخ صاحب... یہ اپنا اپنا کاروبار ہے... اب میں جو سودا کر چکا ہوں... اس کو کینسل نہیں کر سکتا۔''

''آخر تم نے کتنے پیسے لیے ہیں۔''

''دس لاکھ روپے۔''

''مجھ سے بیس لاکھ لے لو... قتل نہ کرو۔''

''اور میں اسے کیا جواب دوں گا۔''

''اس کا نام بتا دو... میں اسے پولیس کے حوالے کر دوں گا، اس کے والے دس لاکھ بھی تمہارے۔''

''واہ... سودا تو مزے کا ہے... خیر نکالیے بیس لاکھ آپ بھی۔''

''بھلا اتنی بڑی رقم نقد گھر میں کہاں ہو سکتی ہے... صبح بنک سے نکلوا لینا... چیک لکھ دیتا ہوں۔''

''میں اتنا بے وقوف نہیں... ایسے چیک کیش نہیں ہوا کرتے' ہم لوگ نقد رقم وصول کرتے ہیں... لہٰذا آپ کو مرنا ہوگا۔''

''ایسا نہ کہو... مجھے مار کر تمہیں صرف دس لاکھ ملیں گے... وہ بھی اس صورت میں: جب پولیس تمہارا سراغ نہ لگا سکے... جب کہ چوکیدار نے تمہیں صاف دیکھا ہے... وہ پولیس کو تمہارے بارے میں بتا دے گا۔''

''ہاں! ضرور بتا دے گا... لیکن شیخ صاحب... آپ نہیں جانتے۔''

''کیا نہیں جانتا۔''

''یہ کہ میں میک اپ میں ہوں... میرے ہاتھوں پر باریک دستانے ہیں... انگلیوں کے نشانات بھی میں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا... ان حالات میں پولیس کس طرح مجھ تک پہنچ سکتی ہے۔''

''تب پھر میں گھر کے زیورات اور جواہرات دے دیتا ہوں۔''

''کیا وہ بیس لاکھ کے بن جائیں گے۔''

''اندازہ نہیں... شاید اس سے زیادہ کے بن جائیں۔''

''اوہ.. اچھا... خیر... چلیے اندر میرے سامنے جمع کریں۔''

پھر جونہی شیخ صاحب اندر کی طرف مڑے... اس نے فائر کر دیا... فائر کی آواز گونجی... مرتے ہوئے شیخ صاحب کی آنکھوں

میں حیرت ہی حیرت تھی... گولی سر میں لگی تھی... ادھر وہ گرے... ادھر یہ مڑا اور گھر سے نکل آیا...

اب وہ واپس اپنے راستے پر جا رہا تھا... چوکیدار نے اسے آتے ہوئے دیکھا اور دوڑ لگا دی... وہ مسکرا دیا اور سیدھا اپنے گھر آ گیا... اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا... پستول اور خنجر ایک الماری میں رکھ دیا... اور سونے کے لیے لیٹ گیا... وہ پرسکون تھا... اسے کوئی گھبراہٹ نہیں تھی... ابھی وہ لیٹا ہی تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھا... پہلے ادھر ادھر دیکھا... پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا... جونہی اس نے دروازہ کھولا... اسے ایک جھٹکا لگا... باہر پولیس موجود تھی...

''ہا ہا... پکڑے گئے نا آخر...'' یہ کہتے ہوئے پولیس آفیسر نے اس کی گردن پر ہاتھ مارا اور آگے کی طرف دھکا دیا... وہ زور سے گرا... اور ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی... وہ بستر میں تھا...

''اوہ... اوہ... تو یہ خواب تھا... خدا کا شکر ہے...'' اس نے کہا۔

اس کا پورا بدن پسینے سے بھیگا ہوا تھا... ساتھ والے بستر پر اس کی بیوی اور بچے سو رہے تھے... اسی وقت بیوی کی آنکھ کھل گئی...

''کیا ہوا ایاز صاحب... خیر تو ہے۔''

''کک... کچھ نہیں سلمیٰ... میں نے خواب دیکھا ہے...

بہت خوفناک خواب... اس کا اثر ابھی تک ذہن پر موجود ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا پورا خواب تفصیل سے بیوی کو سنا دیا۔

"پھر سو جائیں... خواب کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

"ہاں! کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں... اور سونے کی کوشش کرنے لگا... لیکن خواب کے مناظر اسی طرح نظر آ رہے تھے... اس کا گھر سے نکلنا... آگے جا کر چوکیدار سے ملنا... پھر شیخ صاحب کے گھر تک جانا... شیخ صاحب کا باہر نکلنا... پھر چوکیدار کا بھاگ جانا اور اس کا شیخ صاحب کے گھر کے اندر داخل ہونا... اس سے پہلے بات چیت کرنا اور پھر پستول سے فائر کرنا... پھر وہاں سے نکل آنا... چوکیدار کا اسے پھر دیکھنا... اور بھاگ جانا... پھر اس کا گھر آنا... پستول اور خنجر الماری میں رکھنا اور سونے کے لیے لیٹ جانا... پھر دروازے پر دستک سنائی دینا... پولیس کا نظر آنا اور اس کی آنکھ کھل جانا... یہ سب باتیں بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آتی رہیں... اس نے سونے کی کوشش کی... سو نہ سکا... ایسے میں اسے دستک سنائی دی...

دروازے پر ہونے والی دستک بہت زوردار تھی... اس نے چونک کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور بیوی نے ان کی طرف دیکھا، پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا:

''میں دیکھتا ہوں... باہر کون ہے۔''

''آپ اس وقت خوف زدہ ہیں... میں پوچھ لیتی ہوں...''

''اچھی بات ہے۔''

سلمٰی دروازے پر گئی اور پوچھا:

''باہر کون ہے؟''

''پولیس۔'' باہر سے کہا گیا۔



سوٹ اور کان

بیوی کو نہ جانے کیوں جھٹکا سا لگا... اس نے فوراً کہا:
''ایک منٹ! میں اپنے میاں کو اٹھاتی ہوں۔''
''جلد کریں۔'' باہر سے سخت ترین لہجے میں کہا گیا۔
وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اندر آئی... اور اس کے کان میں کہا:
''باہر پولیس موجود ہے۔''
''پولیس؟'' اس نے حیران ہو کر کہا... آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔
''ہاں! پولیس... جلدی کریں... ورنہ وہ شک کریں گے کہ ہم نے دیر سے دروازہ کیوں کھولا۔''
''اوہ اچھا۔'' اس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے پر آ گیا... اس کی بیوی بھی پیچھے موجود تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر واقعی پولیس موجود تھی... لیکن پولیس کے ساتھ ایک اور شخص بھی موجود تھا... اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی... اسے ایک زبردست جھٹکا لگا... یہ تو وہی چوکیدار تھا... جسے اس نے خواب میں دیکھا تھا... اب

جونہی دروازہ کھلا اور چوکیدار کی نظریں اس پر پڑیں... وہ چلا اٹھا:

''جی... جی ہاں! وہ یہی تھا۔''

''بہت خوب! تب تو شکار پکڑا گیا۔'' پولیس آفیسر نے خوش ہو کر کہا۔

''جی... کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ہم مجرم تک پہنچ گئے... اس قدر جلد مجرم پکڑنے کی وجہ سے ضرور حکومت ہمیں انعام دے گی۔''

''مجرم... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''چشم دید گواہ سامنے موجود ہے... اور تم حیرت ظاہر کر رہے ہو... بات نہیں بنے گی بچو... قتل کر کے اسے ہضم کرنا آسان نہیں ہوتا۔''

''کیا کہا... آپ نے... قتل...'' وہ دونوں چلا اٹھے۔

عین اسی وقت اندر بچے کے رونے کی آواز سنائی دی...

''سلمٰی! تم بچے کو دیکھو...'' اس نے بیوی سے کہا۔

وہ اندر کی طرف دوڑ گئی...

''سنو مسٹر! تم نے قتل کیا ہے... یہ چوکیدار تمہارے جرم کا چشم دید گواہ ہے... میں تمہیں گرفتار کر رہا ہوں... تمہیں میرے ساتھ موقع واردات پر چلنا ہے...''

''یہ بات درست نہیں... میں نے قتل نہیں کیا... البتہ میں نے ایسا خواب ضرور دیکھا ہے۔''

''کیا کہا... خواب... آپ نے خواب دیکھا ہے... یہ کیا بات ہوئی۔''

''مہربانی فرما کر پہلے میرا خواب سن لیں... اور دیکھیے اتفاق سے اس وقت میری بیوی اندر ہے... اسے ہم اندر ہی رہنے دیتے ہیں... میں اس کی عدم موجود میں اپنا خواب سناؤں گا۔''

''اس سے کیا ہوگا۔'' انسپکٹر نے منہ بنایا۔

''میں نے اپنا خواب اپنی بیوی کو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سنایا تھا... اگر میں جھوٹا ہوں تو ہم دونوں کا بیان ایک نہیں ہوسکتا... وہ لفظ بہ لفظ میرا خواب نہیں سنا سکتی۔''

''خیر... ہم خواب سن لیتے ہیں... لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے، تم قتل کر کے اپنے گھر آئے ہو اور اس کو خواب بنا کر اپنی بیوی کو سنا دیا ہو... تاکہ اس طرح پولیس کو دھوکا دے سکو، لیکن پولیس کو دھوکا دینا اتنا آسان کام نہیں... خیر... پہلے تم خواب سناؤ۔''

''آپ ڈرائنگ روم میں آجائیں۔''

''چلیے۔'' تھانے دار نے منہ بنایا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آ گیا... اس نے وہیں سے اپنی بیوی کو آواز دی:

''سلمیٰ! تم ابھی وہیں رہو... بچے کے پاس... یہ میرا بیان لے لیں... پھر تمہارا بیان لیں گے، اس لیے تم ابھی ادھر نہیں آؤ گی۔''

''اچھی بات ہے۔'' سلمیٰ نے جواب دیا... اس کی آواز سے فکر مندی ٹپک رہی تھی۔

اب اس نے خواب شروع کیا... سناتا چلا گیا... تھانے دار اور باقی لوگ غور سے سن رہے تھے... آخر خواب پورا ہو گیا... انسپکٹر نے ایک لمبا سانس لیا اور بولا:

''تو یہ ہے آپ کا خواب... خیر... اب اپنی بیوی کو بلا لیں اور اب آپ کچھ نہیں بولیں گے... اب صرف وہ بیان دیں گی۔''

''جی ضرور...'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

پھر بیوی کو آواز دی... وہ چند سیکنڈ بعد کمرے میں داخل ہوئی... اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

''تھوڑی دیر پہلے کیا آپ کے شوہر کہیں باہر سے آئے تھے۔''

''جی... جی نہیں... یہ تو تمام رات گھر میں ہی رہے ہیں۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں... آپ تو سو رہی تھیں... ایسے میں یہ باہر گئے اور واردات کر کے چلے آئے اور آ کر آپ کو جگایا اور بتایا کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا ہے...''

''نہیں... میں نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تھی... اس لیے

میری آنکھ کھل گئی... ان سے پوچھا... کیا بات ہے، خیر تو ہے... پھر انہوں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا تھا اور انہوں نے اپنا خواب سنایا۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

"اچھی بات ہے... آپ ذرا وہ خواب ہمیں بھی سنا دیں... کوئی بات رہ نہ جائے۔"

اس نے تفصیل سے خواب سنا دیا... وہ لوگ غور سے سنتے رہے... ساتھ میں بیان ریکارڈ ہوتا رہا... آخر اس کے خاموش ہونے پر تھانے دار نے کہا:

"اس میں شک نہیں کہ دونوں کا بیان بالکل ایک ہے... لیکن۔" تھانے دار نے زوردار انداز میں کہا۔

"لیکن کیا؟" وہ گھبرا کر بولا۔

"لیکن یہ کہ اگر یہ واقعی خواب تھا... تب آپ شیخ صاحب کے گھر تو نہیں گئے تھے نا۔"

"بالکل نہیں... وہ تو صرف ایک خواب تھا۔"

"وہاں چند چیزوں پر قاتل کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں... مسٹر ایاز خالد صاحب... آپ اپنی انگلیوں کے نشانات دے دیں۔"

"ٹھیک ہے... لے لیں۔"

اس کی انگلیوں کے نشانات لے لیے گئے... اب تھانے دار

نے کہا:

"آپ نے اپنے خواب کے مطابق... پستول اور خنجر گھر کی الماری میں لا کر رکھے تھے... یہی بات ہے نا۔"

"بالکل..." اس نے کہا۔

"ہم وہ الماری دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور... لیکن بھلا آپ کو اس الماری میں کیا ملے گا... جب کہ یہ سب ایک خواب تھا۔"

"آپ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔"

"ضرور جناب! کیوں نہیں۔"

اور پھر وہ انہیں اس الماری تک لے آیا... تھانے دار نے الماری کو کھول ڈالا... پھر تو وہ سبھی بہت زور سے اچھلے تھے... الماری میں خون آلود پستول اور خنجر موجود تھے...



"ظہور بھائی... ظہور بھائی۔"

ظہور نے یہ آواز سنی تو حیران ہوئے بغیر نہ رہا... آخر وہ خان رحمان کے سوٹ پر استری چھوڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا... اتنے میں کسی نے کہا:

"ظہور بھائی... ظہور بھائی۔"

"آ رہا ہوں... کھول رہا ہوں... یہ آج میری کوئی بہن

کہاں سے نکل آئی۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

پھر دروازہ کھول دیا... باہر ایک خاتون موجود تھی... اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

''یہ کسی ڈاکٹر کا گھر نہیں ہے... خان رحمان کا گھر ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''ظہور بھائی... ظہور بھائی۔'' یہ کہہ کر وہ رو پڑی۔

''حد ہوگئی... یہ کیا... ہر بار ظہور بھائی... ظہور بھائی۔''

''ظہور بھائی... ظہور بھائی۔''

''ارے باپ رے... اس... اس سے۔'' اس نے بوکھلا کر کہا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس حالات میں بھی اس خاتون نے کہا:

''ظہور بھائی... ظہور بھائی۔''

ظہور واپس آیا تو اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

''جل گیا... سارا سوٹ برباد ہوگیا... تمہاری وجہ سے... کیا ظہور بھائی... ظہور بھائی لگا رکھی ہے... میں آپ کا بھائی نہیں ہوں... بات بتائیں۔''

''آپ میرے بھائی ہیں... بچپن کے بھائی۔''

''اب تک میں ظہور بھائی تھا... اب بچپن کا بھائی ہوگیا۔''

''میں سلمیٰ ہوں... آپ کے گاؤں میں آپ کے ساتھ رہا

کرتی تھی... ہمارے مکان ساتھ ساتھ تھے... ہم دونوں کھیلا کرتے تھے ایک ساتھ۔''

''ارے... تت... تم... وہ سلمٰی ہو۔''

''میں نے کب کہا کہ میں وہ سلمٰی نہیں ہوں۔''

''اوہ... اوہ... لیکن تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں رہتا ہوں۔''

''گاؤں سے پتا لے کر یہاں آئی ہوں۔''

''اوہ اچھا... اندر آ جاؤ۔''

ایسے میں خان رحمان کی زوردار آواز گونجی:

''ظہور کے بچے... یہ بو کیسی آ رہی ہے۔''

''جی سوٹ جلنے کی۔''

''آج کون سا سوٹ جلا دیا۔''

''جی وہی... جو آپ کل ہی سلوا کر لائے ہیں۔''

''کوئی اور نہیں ملا تھا جلانے کے لیے۔''

''آپ نے اسی کو استری کرنے کے لیے کہا تھا۔''

''اچھا خیر... جلا دیا... بے چارہ آیا ہی تھا جلنے کے لیے۔''

یہ کہتے ہوئے وہ ان کے سامنے آ گئے اور سلمٰی کو دیکھ کر چونک اٹھے:

''اوہ... یہ... یہ کون ہیں؟''

''میرے گاؤں کی ہیں... بچپن میں ساتھ کھیلا کرتی تھے...

بے چاری کچھ پریشان لگتی ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے... خیر... تم ان کی بات سن لو... میں آ کر کان... اچھا... میں ان کے سامنے نہیں کہتا... بعد میں آ کر پکڑ لینا۔"

"کہہ بھی دیا اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ان کے سامنے نہیں کہتا۔" ظہور نے برا سا منہ بنایا۔

"پورا جملہ کہاں کہا ہے... کیا یہ سمجھ گئی ہیں۔"

"نہیں..."

"خیر... میں آتا ہوں..."

اور پھر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔

"ہاں بہن! اب بتاؤ... کیا معاملہ ہے... تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہیں... ارے ہاں... پہلے یہ بتاؤ... کیا پینا پسند کرو گی۔"

"کچھ نہیں... میں بہت پریشان ہوں... پہلے میری بات سن لیں۔"

"ٹھیک ہے... سناؤ۔"

"میں شادی شدہ ہیں اور اسی شہر میں ایک غریب بستی میں رہ رہی ہوں... میرے شوہر کا کام قالہ ہے... انہیں پولیس نے پکڑ لیا ہے اور میرے پاس وکیل کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں... بس میں اس لیے آئی ہوں... میں نے سنا تھا... تم ایک بہت دولت مند آدمی کے ملازم ہو... اور وہ میری اس قسم کی مدد ضرور کریں گے۔"

''بب بالکل... کر دیں گے...''

ایسے میں گھنٹی کی آواز سنائی دی... ظہور زور سے چونکا:

''تم نے دروازے کی گھنٹی کیوں نہیں بجائی تھی بھلا۔''

''میرا ہاتھ گھنٹی تک نہیں گیا تھا... قد چھوٹا ہے نا... گھنٹی کا بٹن اونچائی پر لگا ہوا ہے۔''

''میری بہن! ایک منٹ ٹھہرو... میں ذرا دروازے پر دیکھ لوں۔''

''اور میں بہت جلدی میں ہوں...'' سلمیٰ نے گھبرا کر کہا۔

''بس... چند منٹ...''

یہ کہتے ہوئے ظہور نے دروازے پر دوڑ لگا دی... اس نے دروازہ کھولا تو وہاں محمود، فاروق اور فرزانہ نظر آئے۔

''اوہو! یہ تو آپ ہیں۔''

''تو آپ کیا سمجھے تھے... دروازے پر کون ہے۔''

''میں سمجھا تھا... آپ ہیں۔'' اس نے فوراً کہا۔

''کیا ہم سے پہلے کوئی خاتون ملنے کے لیے آئی ہیں۔''

''یہ... یہ آپ نے کیسے جان لیا۔'' ظہور دھک سے رہ گیا۔

''بھئی ہم جاسوس ہیں... تمام دن بس یہی کام کرتے ہیں.. ہم سے پہلے جو خاتون ملنے کے لیے آئی تھیں، وہ چھوٹے قد کی تھیں... ان کے بال بھورے تھے اور گھنے نہیں تھے... یعنی سر پر بال کم تھے...

وہ کافی پریشان تھیں... ویسے میرا خیال ہے، ابھی وہ اندر ہی ہیں اور آپ ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔''

''حیرت ہے... کمال ہے... آپ جادوگر ہیں یا نجومی۔'' ظہور بوکھلا کر بولا۔

''ہم صرف سراغرساں ہیں۔''

''ظہور کے بچے! یہ ان لوگوں کو اتنی دیر سے دروازے پر کیوں روکے کھڑے ہو۔'' اندر سے خان رحمان کی آواز سنائی دی... پھر ان کے قدموں کی آواز سنائی دی... ظہور کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔

''یہ... مم... میں نے نہیں... انہوں نے مجھے دروازے پر روک رکھا ہے۔''

''اوہو اچھا... وہ کیوں... انہیں میرے گھر کے دروازے سے اتنی محبت کب سے ہوگئی۔''

''ہمیں تو آپ کے گھر کی ہر چیز سے محبت ہے انکل... ویسے السلام علیکم۔'' محمود نے شرما کر کہا۔

''وعلیکم السلام! اور تم نے السلام علیکم سے پہلے ویسے کیوں کہا... بعد میں شرمائے کیوں؟'' انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

''جی بس اب کیا بتائیں... خیر چھوڑیں اور اندر چلیں۔''

''ہر گز نہیں، پہلے یہ بتانا ہوگا کہ یہاں کس لیے اٹک گئے

ہو؟''

''جی اچھا... ہم نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے ایک خاتون یہاں آئی ہیں، ان کا قد چھوٹا ہے، بال بھورے رنگ کے ہیں اور گھنے نہیں ہیں... یعنی سر پر بال کم ہیں... اور یہ کہ وہ بہت گھبراہٹ میں ہیں... ظہور انکل انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر دروازے پر آئے ہیں۔''

''واہ... یہ ہوئی نا سراغرسانی... لیکن میں اس کی وضاحت نہیں پوچھوں گا... اس لیے کہ اس قسم کے اندازے لگالینا تم لوگوں کے لیے مشکل نہیں... صرف یہ بتادو... کہ تم نے یہ سب کیسے بھانپ لیا... وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہے۔''

''نہیں جناب! انہیں پوری وضاحت کرنے دیں، ورنہ میں مارے سسپنس کے مرجاؤں گا۔''

''میرے سوٹ بچ جائیں گے پھر تو۔'' خان رحمان خوش ہو گئے... ظہور کا منہ بن گیا۔

''ظہور کے اطمینان کے لیے عرض کیے دیتے ہیں... ان محترمہ نے دروازے کی گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا تھا لیکن ان کا ہاتھ کوشش کے باوجود نہ پہنچ سکا... اس چکر میں ان کے ہونٹ دروازے پر لگ گئے... یہ دیکھئے ہلکی سی لپ سٹک کا نشان موجود ہے.. جس بلندی پر یہ نشان ہے... ان کے ہونٹ اگر یہاں تک ہیں تو سر

یہاں تک ہوا اور یہ کوئی لمبا قد نہیں... چھوٹا قد ہوا... اس لیے میں نے یہ بات یقین سے کہہ دی... دروازے پر ایک بھورا بال گرا پڑا ہے... وہ زیادہ لمبا نہیں ہے... جڑ سے اکھڑا ہے... اس کا مطلب ہے، ان کے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں... لہٰذا لمبے نہیں ہیں اور نہ گھنے ہیں..."

"چلیے یہ تو ہوا، لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کیسے جان لیا۔" ظہور نے پوچھا۔

"آپ کے اپنے چہرے کی گھبراہٹ سے... اگر وہ گھبراہٹ میں نہ ہوتیں تو ظہور انکل آپ بڑے پرسکون اور اطمینان سے دروازے پر آتے... لیکن آپ دوڑ کر آئے اور چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی صاف نظر آ رہی ہے... اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے... جب کہ وہ خاتون خود گھبراہٹ میں ہوں۔"

"لیکن بھئی... ظہور کے چہرے پر گھبراہٹ تو سوٹ جلانے کی وجہ سے بھی تو ہو سکتی ہے۔" خان رحمان نے اعتراض کیا۔

"جی نہیں... جب ان سے کوئی سوٹ جلتا ہے... یا ان کی بیگم ہانڈی جلاتی ہیں... تو ان کے چہرے پر ایسی گھبراہٹ نہیں ہوتی.. اس وقت یہ بہت فکر مند ہیں۔"

"بہت خوب! آج تو میں بھی آپ لوگوں کو سراغرساں مان گیا۔" ظہور پکار اٹھا۔

''کیا مطلب... کیا آج سے پہلے آپ ہمیں سراغرساں مانتے ہی نہیں تھے۔''

''نن... نہیں خیر... مانتا تو تھا... خیر جانے دیں... آپ خان رحمان کے ساتھ چلیں... میں ذرا ان سے فارغ ہولوں۔''

''لیکن ہمارا خیال ہے... آپ ان خاتون کی پریشانی دور نہیں کرسکیں گے، اس سلسلے میں آپ ہم سے اور انکل سے مدد لے لیں۔''

''اوہ ہاں! یہ تو ہے۔'' اس نے چونک کر کہا۔

''کیا مطلب؟'' خان رحمان بھی چونکے۔

''وہ... وہ دراصل ان کے شوہر سے قتل ہوگیا ہے... یا نہیں ہوا... پولیس نے بلا وجہ انہیں پکڑ لیا ہے... ان کے پاس وکیل کرنے کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں... ان کا خاوند ملازم پیشہ ہے۔''

''آپ کی وہ کیسے واقف ہیں۔'' محمود نے پوچھا۔

''میرے گاؤں کی ہیں... ہمارے ساتھ ہی ان کا گھر تھا اور ہم بچپن میں ساتھ کھیلا کرتے تھے... ان پر یہ مصیبت آپڑی تو گاؤں گئیں... وہاں کسی نے مدد نہ کی... تو میرا خیال آ گیا... وہاں سے پتا پوچھ کر ادھر آ گئیں۔''

''ہوں... پھر تو ہمارا معاملہ نکل آیا... ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''آیئے پھر۔''

''اور اب تو میں بھی ان سے ملے بغیر نہیں رہ سکتا... ان سے کہو... پردہ کرلیں۔''

''وہ برقعے میں ہی ہیں... میرے سامنے بھی انہوں نے برقعہ نہیں اتارا... میں نے تو انہیں آواز سے پہچانا ہے۔''

''ہوں... ٹھیک ہے... پھر بھی ان سے پہلے اجازت لے لو۔'' خان رحمان نے کہا۔

''جی اچھا۔'' وہ خوش ہو گیا۔

پھر وہ سب ڈرائنگ میں آبیٹھے۔

''آپ ذرا تفصیل سے اپنی کہانی سنائیں... یہ وکیل کا انتظام بھی کریں گے اور آپ کے اس کیس کو خود دیکھیں گے... انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں اور یہ خان رحمان ہیں... ان کے دوست... میں انہی کے ہاں کام کرتا ہوں۔''

''جی اچھا... شکریہ۔'' یہ کہہ کر اس نے ساری کہانی سنا دی۔

ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی... پھر محمود نے کہا:

''آپ رہتی کہاں ہیں۔''

''جی... برجی والا میں۔''

محمود نے اسی وقت برجی والا پولیس اسٹیشن کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر تھانے دار کی آواز سنائی دی:

''انسپکٹر ہیبت خان بات کر رہا ہوں... فرمایئے۔'' آواز سے اکھڑ پن ٹپک رہا تھا۔

''اور میں محمود ہوں جناب۔'' محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کون محمود... میں کسی محمود کو نہیں جانتا...'' وہ جھلا کر بولا۔

''آپ انسپکٹر جمشید کو جانتے ہیں۔''

''نن... آپ... تو آپ محمود ہیں... سوری۔'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''اللہ کا شکر ہے... آپ نے ہمیں پہچانا تو... ایاز خالد نامی ایک شخص کو آپ نے ایک دن پہلے گرفتار کیا ہے۔''

''اوہ ہاں... قتل کا الزام ہے اس پر۔''

''مقتول کا نام پتا کیا ہے۔''

''آپ... آپ کس لیے پوچھ رہے ہیں جناب۔''

''اس کیس میں ہمیں بھی کچھ دلچسپی ہے...''

''جی اچھا... مقتول کا نام شیخ بابر ہے۔''

''اور اس چوکیدار کا نام؟''

''فوان خان... یہ وہیں ایک کوارٹر میں رہتا ہے... محلے کے لوگ جانتے ہیں۔''

''شکریہ... کیا ایاز خالد واقعی قاتل ہے۔''

''سو فیصد جناب ... اس کے مجرم ہونے میں کوئی شک نہیں۔''

''شکریہ۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا...

''اس معاملے کو دیکھنا پڑے گا۔''

''کیا خیال ہے... جمشید کی مدد کے بغیر یہ کیس میں اور تم مل کر نہ حل کریں۔'' خان رحمان بولے۔

''آپ ہمارے ساتھ کہاں مارے مارے پھریں گے۔''

''یہ مارے مارے پھرنے والی بات نہیں ہے... شوق کی بات ہے۔''

''چلیے پھر۔''

خان رحمان نے سلمٰی کو کچھ نقد رقم دی... اور بولے:

''وکیل کرنا اور اس کیس پر باقی کام کرنا اب ہمارے ذمے ہے... آپ گھر جائیں... اگر کوئی پریشانی محسوس کریں تو یہاں میری بیگم صاحبہ کے ساتھ آ کر رہیں... بلکہ میرا خیال ہے... اپنا مختصر سا سامان لے کر یہیں آ جائیں... ظہور تم ان کے ساتھ جاؤ...'' خان رحمان بولے۔

''جی اچھا... اور وہ... سوٹ... کان۔''

''بھاڑ میں گئے سوٹ اور کان... تم پہلے یہ کام کرو۔''

''جی... اچھا۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ اسی وقت برجی والا کی طرف روانہ ہو گئے ... سب سے پہلے انہوں نے چوکیدار سے ملنے کا پروگرام طے کیا... چوکیدار کا گھر جلد ہی مل گیا... دستک کے جواب میں اس نے دروازہ کھولا... اس کی آنکھوں میں نیند تھی۔

''آپ سو رہے تھے شاید۔''

''جی ہاں رات کو جاگتا ہوں، دن کو سوتا ہوں۔'' اس نے اداس انداز میں کہا۔

''ہم آپ سے ایاز خالد کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ اچھا... کیا آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔''

''جی ہاں! پولیس سے ہے... محکمہ سراغرسانی کے بندے ہیں ہم۔''

''لیکن اس بارے میں آپ کی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا... میرا بیان بس وہی ہے جو میں نے تھانے دار کو دیا تھا۔''

''لیکن ہم اس کے بعد کی باتیں جاننا چاہتے ہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''کیا مطلب... اس کے بعد کی باتیں۔''

''ہاں! آپ نے رات کے دو بجے کے قریب اس نوجوان ایاز خالد کو آتے دیکھا، آپ نے اسے ٹوکا، پوچھا... وہ کون ہے اور

رات کو کہاں پھر رہا ہے، اس نے بتایا کہ اس کا ایک دوست بیمار ہے...
اس نے فون کر کے اسے بلایا ہے، آپ کو اس کی بات پر شک گزرا، لہٰذا
آپ اس گھر تک ساتھ گئے... وہ آپ کو شیخ بابر کے مکان تک لے گیا،
گھنٹی بجائی گئی... شیخ بابر نے دروازہ کھولا لیکن اس نے ایاز خان کو نہ
پہچانا... پھر اس کی اوٹ پٹانگ باتوں سے ڈر کر آپ نے خیال کیا کہ
وہ پاگل ہے... آپ پاگلوں سے بہت ڈرتے ہیں، اس لیے آپ
وہاں سے بھاگ نکلے... اس کے بعد کی بات سنائیں۔'' محمود یہاں
تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''اس کے بعد میں نے اسے واپس آتے دیکھا، میں ڈر کر
اس کے راستے سے ہٹ گیا اور وہ اپنے گھر کی طرف چل گیا...''

''کیا اس وقت آپ نے اس کے ہاتھ میں کوئی پستول یا خنجر
دیکھا تھا۔''

''نہیں... وہ اس وقت خالی ہاتھ تھا۔''

''اس کے بعد کیا ہوا۔''

''اس کے بعد صبح سویرے پولیس انسپکٹر ہیبت خان میرے گھر
آئے، میں اس وقت سو رہا تھا، مجھے جگایا گیا۔ اس نے پوچھا... کیا
میں نے رات کے وقت کسی کو شیخ بابر کے گھر کے آس پاس دیکھا ہے..
مجھے اچانک وہ پاگل یاد آ گیا... میں نے اس کے بارے میں انسپکٹر کو
بتایا... تب اس نے مجھے بتایا کہ رات شیخ بابر کو قتل کر دیا گیا ہے... یہ سن

کر میں چونک اٹھا اور خوف زدہ ہو گیا... انسپکٹر صاحب نے ایاز خالد کا حلیہ پوچھا اور بیان لے کر چلے گئے... کچھ دیر بعد انہوں نے مجھے بلوایا اور بتایا کہ انہوں نے ایاز خالد کا پتا چلا لیا ہے، شناخت کے لیے آپ کو ساتھ چلنا پڑے گا... میں ان کے ساتھ ایاز خالد کے گھر گیا اور انسپکٹر صاحب کو بتایا کہ وہ وہی نوجوان ہے، چنانچہ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا، میرا بیان لے لیا... اس معاملے میں میرا عمل دخل تو بس اتنا ہی ہے... میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں جانتا۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''آپ ہمیں شیخ بابر کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔''

''جی نہیں... ان کے بارے میں میں صرف اتنا جانتا ہوں، وہ کپڑے کی ایک مل کے مالک تھے اور یہ کہ تنخواہ دینے کے معاملے میں حد درجے کنجوس تھے... جتنے دولت مند تھے، اتنے ہی کنجوس تھے... اس پورے محلے کا ہر گھر مجھے ایک سو روپے ہر ماہ دیتا ہے... اس طرح میں صرف تین ہزار روپے کے قریب کماتا ہوں... یعنی رات بھر جاگ کر... لیکن یہ سو روپے بھی وہ کئی چکر لگانے کے بعد دیا کرتے تھے... جب کہ باقی لوگ پہلے چکر میں ہی دے دیتے تھے... محلے کے سب سے بڑے دولت مند تھے بھی وہی... باقی لوگ تو اتنے زیادہ مال دار نہیں ہیں۔''

''ان کے گھر کے افراد کے بارے میں آپ کچھ بتا سکتے

ہیں۔"

"جی نہیں... ایک چوکیدار کو بھلا گھر کے اندر کا کیا پتا۔"

"آپ کے خیال میں کیا ایاز خالد قاتل ہو سکتا ہے۔"

"میں نے اسے آنکھوں سے قتل کرتے نہیں دیکھا... اسے آتے اور جاتے دیکھا ہے بس... لیکن اس کی حرکات سے شک گزرتا ہے... یہ اسی کا کام ہے، اس نے پہلے تو یہ کہا تھا کہ اس کا ایک دوست بیمار ہے... اس نے فون کر کے اسے بلایا ہے... لیکن دستک اس نے دی شیخ بابر کے دروازے پر... اور شیخ بابر اسے پہچانتے نہیں تھے... ثابت ہوا... اس کا بیمار دوست والا بیان غلط تھا... آخر اتنی رات گئے وہ کیا کرتا پھر رہا تھا... یہ بھی تو سوچیں۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... اچھا آپ کا شکریہ۔"

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے... لیکن پھر فرزانہ کو ایک زبردست جھٹکا لگا... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔



اکیلے جاسوس

''کک... کیا ہوا فرزانہ... کوئی جن بھوت نظر آ گیا کیا۔'' فاروق نے اس کا مذاق اڑایا۔

''نہیں! تم یہاں موجود تو ہو...'' فرزانہ جل گئی۔

''کیا مطلب فرزانہ... یہ تم نے کیا کہا... تم یہاں موجود تو ہو۔'' خان رحمان مسکرائے۔

''میرا مطلب ہے... فاروق کے ہوتے کوئی جن یہاں کیسے آ سکتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... میں جن پروفیسر ہوں... بھئی واہ.. یہ جان کر خوشی ہوئی۔'' فاروق چہکا۔

''وقت ضائع کرنے کا ارادہ ہے کیا۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''میرا خیال ہے... ہم ارادے سے کبھی وقت ضائع نہیں کرتے... یہ جب بھی ہم سے ضائع ہوتا ہے... ارادے کے بغیر ہو جاتا ہے... لہٰذا تم یہ بات وقت سے پوچھو۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا کہا... میں یہ بات وقت سے پوچھوں... کیا بات ان سے پوچھوں۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''یہی کہ اس کا ارادہ ضائع ہونے کا تو نہیں... وہ بھی ہمارے ہاتھوں۔'' فاروق مسکرایا۔

''اب تم سے کون مغز مارے... ہاں فرزانہ... تم بتاؤ... جب ہم چوکیدار سے رخصت ہو رہے تھے... تم اس قدر زور سے کیوں اچھلیں۔'' محمود نے تیزی سے کہا... تا کہ پھر فاروق نہ بول اٹھے۔

''ہاں اور کیا... ذرا آہستہ اچھل لیا ہوتا... ہے کوئی تک۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اس... اس کیس میں ایک بات بہت زیادہ عجیب ہے۔'' فرزانہ نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

''کون سی بات؟''

''وہ خواب والی بات۔''

''نہیں... وہ تو خیر عجیب ہے ہی... لیکن اس کے بارے میں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ایاز خالد اگر مجرم ہے... تو خواب والا اس نے بہانہ گھڑا ہے۔''

''لیکن خواب کے بارے میں اس کا بیان اور اس کی بیوی کا بیان بالکل ایک ہے۔''

''اس سے فرق نہیں پڑتا... اس نے بیوی کو پہلے سکھا پڑھا دیا

ہو گا۔''

''لیکن ہم بیوی سے مل چکے ہیں... وہ ایسی عورت نظر نہیں آتی... اپنے شوہر کی وفادار سیدھی سادی عورت نظر آتی ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''ہاں! یہ بات ہے... خیر... پھر وہ عجیب بات کیا ہے... جس نے تمہیں اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔''

''وہ عجیب بات تم خود مجھے بتاؤ گے...'' فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

''خیال تمہیں آیا... اور بتائیں ہم... سن رہے ہیں انکل۔''

''ہاں! ابھی تک میں صرف سن رہا ہوں۔'' انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''ایسی بھی کوئی بات نہیں انکل... آپ کو کھلی چھٹی ہے... آپ عملی میدان میں جو کرنا چاہیں، کریں.. ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

''میں انسپکٹر جمشید نہیں... نہ میں اکرام ہوں... مجھے تم ایک ادنیٰ ماتحت خیال کرو... جو تم کہو گے... میں تو بس وہ کروں گا۔''

''توبہ توبہ انکل... آپ اور ہمارے ماتحت... وہ بھی ادنیٰ، یہ نہیں ہو سکتا۔''

''اچھا خیر... پہلے تو فرزانہ تم بتاؤ... کیا عجیب بات سوجھی

ہے تمہیں۔"

"آپ جانتے ہیں انکل... اس طرح مزا نہیں آئے گا۔"

"ہوں... خیر... تم دونوں سوچ کر بتاؤ بھئی... فرزانہ کو کیا بات سوجھی ہے۔"

"جی اچھا انکل... سوچنا شروع کرتے ہیں... لیکن اب ہمیں یہاں سے تو چلنا چاہیے... بے چارے چوکیدار صاحب کی نیند خراب ہو رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں... میرا جاگنے کا وقت ہو چکا ہے۔"

"پھر بھی... آپ کا شکریہ... آؤ فرزانہ چلیں۔" محمود نے کہا۔

لیکن اس وقت وہ حیران رہ گئے جب فرزانہ ہلی تک نہیں...

"کیا بات ہے فرزانہ... خیر تو ہے۔"

"میں... میں ان سے ایک اور سوال کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کریں... کیا آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں۔"

"آپ ہم سے یہ سوال نہ کریں... یوں سمجھ لیں کہ ہم ہر ایک پر شک کرنے پر مجبور ہیں... لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہے۔"

"خیر... آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔" چوکیدار نے برا مانے بغیر کہا۔

''یہ رات دو بجے کا واقعہ ہے... پولیس انسپکٹر آپ کے پاس کب پہنچے تھے۔''

''صبح ہونے پر۔''

''انہوں نے آپ سے بات کس طرح شروع کی۔''

''انہوں نے پوچھا... کیا مجھے شیخ بابر کے بارے میں کچھ معلوم ہے... میں نے جواب دیا کہ نہیں... ہاں رات اسی وقت انہیں دیکھا تھا... جب نوجوان نے دروازے پر دستک دی تھی اور وہ باہر آئے تھے۔''

''خوب! پھر اس کے بعد انہوں نے کیا کہا تھا۔''

''یہ کہ انہوں نے اس نوجوان کا پتا چلا لیا ہے... آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے... تاکہ آپ اسے شناخت کر سکیں... میں ان کے ساتھ چلا گیا... ہم اس نوجوان یعنی ایاز خالد کے گھر پہنچے... دستک دی... پہلے اس کی بیوی نے پوچھا، باہر کون ہے... تھانے دار صاحب نے بتایا کہ باہر پولیس ہے... وہ بے چاری پریشان ہوگئی اور دروازہ کھولے بغیر ہی اندر چلی گئی کہ وہ اپنے شوہر کو اٹھاتی ہے... پھر نوجوان ایاز خالد نے دروازہ کھولا تھا... اور میں نے بتا دیا کہ رات اسی کو دیکھا تھا...''

''بالکل ٹھیک.. لیکن سوال یہ ہے کہ جب آپ نے ایاز خالد کو واپس جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو کیا آپ پھر شیخ بابر کی طرف گئے

تھے... تا کہ ان سے پوچھ سکیں کہ کیا معاملہ تھا... یا اس پاگل کے ساتھ کیا گزری۔"

"نہیں... میں پھر اس طرف نہیں گیا... اور نہ مجھے جانے کی ضرورت تھی۔"

"بس یہیں آپ جھوٹ بول رہے ہیں جناب۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے ابھی ابھی خیال آیا تھا کہ آپ ضرور وہاں گئے ہوں گے... تا کہ اس پاگل کے بارے میں شیخ بابر سے پوچھ سکیں۔"

"آپ... آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" چوکیدار کانپ گیا۔

"جب ہم یہاں آئے تھے تو آپ کی آنکھوں میں خوف کی ایک جھلک دیکھی تھی... لیکن جب ہم جانے لگے تو خوف کی جھلک ختم ہو چکی تھی... آپ ہمیں پہلے سے پہچانتے تھے، ہمیں دیکھ کر آپ نے خوف محسوس کیا... لیکن ہم آپ کے بیان سے مطمئن ہو گئے اور جانے لگے تو آپ کا خوف دور ہو گیا... سوال یہ ہے کہ آپ کس بات سے خوف زدہ تھے... کیا آپ شیخ بابر کی طرف نہیں گئے تھے... اور آپ نے لاش کو دیکھ نہیں لیا تھا... ضرور یہی بات ہے... لیکن آپ نے کسی کو کچھ نہ بتایا اور وہاں سے کھسک آئے... کہ کہیں کوئی آپ پر شک نہ کر لے۔"

''جی... جی ہاں! یہی بات ہے... مجھے افسوس ہے... میں نے اتنی سی بات چھپائی... لیکن اس سے زیادہ میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''یہ تو خیر ہمیں دیکھنا ہے۔'' محمود کا لہجہ خشک ہو گیا۔

''جی... کیا مطلب؟'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''کسی نے آپ کو کسی قسم کا لالچ دے کر کوئی کام تو نہیں لیا۔''

''جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں... یہ غلطی ضرور ہوئی ہے کہ میں نے لاش کو دیکھ لیا تھا... لیکن پولیس کو فون نہیں کیا... جب کہ میرا فرض تھا... لاش گھر کے دروازے کے سامنے ہی پڑی تھی... شاید گھر والوں میں سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی تھی... انہیں صبح ہی قتل کا پتا چلا۔''

''اور آپ آ کر سو گئے... یہ کیسے ہو سکتا ہے... ایک انسان کے قتل کے بعد اور لاش کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد آپ سو کیسے گئے۔''

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے... میں صبح سویرے فجر کی اذان کے بعد گھر آتا ہوں... آج بھی اپنے وقت پر آیا تھا... لیکن سو نہیں سکا۔''

''اچھی بات ہے... ہم چلتے ہیں... آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ اگر آپ کو کچھ معلوم ہے تو بتا دیں... اس میں آپ کا اپنا فائدہ ہے... چھپائیں گے تو نقصان میں رہیں گے... آپ پر

شک کیا جائے گا... بار بار آپ کو بلایا جائے گا... سوالات کیے جائیں گے... یہ سوچ لیں۔''

''مجھے اور کچھ معلوم نہیں... اور نہ میں کچھ چھپا رہا ہوں۔'' اس نے فوراً کہا۔

وہ وہاں سے باہر نکل آئے... چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کیا خیال ہے۔''

''شاید اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔''

''لیکن اپنے اصول کے مطابق ہم اس پر شک کرنے پر مجبور ہیں... یہ چوکیدار ہے... اس کی ذمے داری یہ تھی کہ لاش دیکھتے ہی پولیس کو فون کرتا، خیر... ہم پہلے تھانے دار سے ملاقات کرلیں، وہیں حوالات میں ایاز خالد صاحب موجود ہوں گے۔ ان سے بھی بات ہو جائے گی... اس کے بعد ہم شیخ بابر کے گھر چلیں گے... کیا خیال ہے انکل۔''

''بالکل ٹھیک... چلو بھئی چلیں۔'' انہوں نے انسپکٹر جمشید کے سے انداز میں کہا... پھر زور سے چونکے:

''ارے مم... مگر... یار وہ۔'' وہ اٹک کر رہ گئے۔

''جی یہ کیا... ارے مم... مگر یار... وہ... یہ کیا جملہ ہوا۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''تم لوگ تو میرے ہاں آئے تھے... اور اس معاملے میں پڑ گئے... یہ بتایا ہی نہیں... کیسے آئے تھے... اور مجھے بھی اس معاملے کی وجہ سے ہی پوچھنے کا خیال نہیں رہا۔''

''تو اب پوچھ لیجئے انکل۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''حد ہو گئی ... اور کیسے پوچھوں... پوچھ ہی رہا ہوں۔'' انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

''ہم آپ سے بس یونہی ملنے آ گئے تھے۔''

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے سیٹ کا بٹن دبایا اور کان سے لگا لیا... دوسری طرف سے پروفیسر داؤد جھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہے تھے:

''یہ اچھی بات نہیں خان رحمان۔''

''جی... کون سی بات اچھی نہیں ہے...''

''یہی... کہ... تم اکیلے اکیلے جاسوس بننے جا رہے ہو... تم نے مجھے ساتھ کیوں نہیں لیا۔''

''آپ... آپ کو کیسے معلوم بھلا؟'' وہ حیران رہ گئے۔

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے... تمہارے گھر فون کیا... ظہور سے سب معلوم ہو گیا۔''

''اوہ... اچھا... خیر... نہیں پوچھتا۔'' خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

''حد ہوگئی... اب تو میں بتا چکا۔''

''مم... معافی چاہتا ہوں۔''

''لیکن کس بات کی۔'' پروفیسر بولے۔

''جی... پپ پتا نہیں۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''جس کا پتا تک نہیں، اس کی معافی کس طرح مانگ سکتے ہو، یار خان رحمان... کہیں ان لوگوں کے ساتھ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''مجھے ایسا لگتا تو نہیں۔''

''پھر بھی... دماغ کے کسی ماہر سے چیک کرالو اور یہ بتاؤ... میں کہاں آؤں... ذرا مجھے بھی جاسوسی جاسوسی کا شوق چرایا ہے... میں نے سنا ہے... تم لوگوں کے ساتھ جمشید نہیں ہے... یار کتنا مزا آئے گا... اگر ہم جمشید کی مدد کے بغیر کسی مجرم پر ہاتھ ڈال دیں گے۔''

''اس صورت میں یہ کارنامہ محمود، فاروق اور فرزانہ کا گنا جائے گا۔'' خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

''اوہ ہاں! دھت تیرے کی... اب کیا کیا جائے... صرف میں اور تم تو کیس حل کرنے سے رہے۔''

''خیر... آپ آجائیں... ہم ان سے درخواست کریں گے اس بار کیس کا سہرا یہ ہمارے سر باندھ دیں۔''

''کک... کک... کیا یہ باندھ دیں گے۔''

''امید تو ہے۔''

''اچھا تو میں آ رہا ہوں... کہاں پہنچنا ہے۔''

''آپ تھانے بر جی ولا آ جائیں... ہم وہیں جا رہے ہیں اور چونکہ آپ کی نسبت ہم تھانے سے نزدیک ہیں، اس لیے ہم آپ کو وہیں ملیں گے۔''

''اچھی بات ہے... آ رہا ہوں۔''

وہ مسکرا دیے اور پھر تھانے پہنچ گئے... سب انسپکٹر ہیبت خان نے ان کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا... اس شخص سے ان کا کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا... لہٰذا انہیں پہچانتا نہیں تھا... انہوں نے بھی انجان بنے رہنے کی سوچ لی۔

''ہم دراصل... ایاز خالد کے سلسلے میں آئے ہیں۔''

''اس قاتل کے سلسلے میں... اس کے خلاف میرے پاس ثبوت مکمل ہے... آپ کیا اس کے وکیل ہیں۔'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

''نہیں... ہم اس کے ہمدرد ہیں... وکیل بھی اس کے لیے ہم ہی کریں گے۔''

''آپ کی ہمدردی اور وکالت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، بہر حال فرمائیں... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''آپ کے پاس اس کے خلاف کیا ثبوت ہے۔''

''یہ میں آپ کو کیوں بتاؤں... ثبوت تو میں عدالت میں

پیش کروں گا۔"

"اچھی بات ہے... آپ ہمیں ایاز سے ملوادیں۔"

"ہرگز نہیں... ہو ہی نہیں سکتا۔"

"کیا فرمایا آپ نے... ہو ہی نہیں سکتا۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں نہیں ہوسکتا۔"

"لیکن کیوں... ہم اس سے کیوں مل نہیں سکتے۔"

"میری مرضی... آپ کون ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے... اب گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا.. ویسے ایک بات بتادیں... اگر یہاں ان کے وکیل ان سے ملنے کے لیے آئیں تو کیا آپ انہیں بھی ان سے ملنے نہیں دیں گے۔"

"وکیل کی بات اور ہے... وکیل سے اس کی ملاقات کرائی جاسکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے... یہ ہمارے کارڈ دیکھ لیں۔"

"کیا مطلب... کیا آپ بھی وکیل ہیں ... اس عمر میں وکالت۔" اس کے لہجے میں مذاق تھا۔

"جی نہیں... اس عمر میں سراغرسانی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اس نے کارڈ دیکھے اور پھر اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔

''اوہو.. یہ آپ لوگ ہیں' آیئے میں آپ کو ایاز سے ملواتا ہوں۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ! لیکن ابھی آپ تشریف رکھیں... ہم پہلے آپ سے چند باتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''جی ضرور... ویسے میں پھر کہوں گا... اس کیس میں کچھ نہیں ہے... آپ اپنا وقت ضائع کریں گے... اس کے خلاف ثبوت پختہ ہے۔''

''کوئی بات نہیں... بعض اوقات ہمیں وقت ضائع کرنے میں مزا آتا ہے اور اس وقت ہم مزے لینے کے چکر میں ہیں... امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔''

''اچھی بات ہے... آپ کی مرضی۔'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

''آپ ذرا تفصیل سنا دیں... آپ کو کیسے اطلاع ملی۔''

''اس کے گھر والوں نے فون کیا تھا کہ ان کے والد قتل کر دیے گئے ہیں... شیخ بابر بہت مشہور آدمی ہیں... ان کے کپڑے کی ایک بہت بڑی مل ہے... خیر... فون سنتے ہی میں وہاں پہنچ گیا... میں نے لاش کا معائنہ کیا... تصاویر وغیرہ لی گئیں... بیانات لیے... گھر کے افراد کو کچھ معلوم نہیں تھا... رات کے کسی وقت انہوں نے گھنٹی کی آواز ضرور سنی تھی... لیکن ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا... شیخ بابر ہی باہر گئے تھے... اس کے بعد انہیں کچھ پتا نہیں... گولی چلنے کی آواز

بھی انہوں نے نہیں سنی... یا تو وہ گہری نیند میں تھے... یا پھر پستول بے آواز تھا۔''

''ہوں... پھر... اس کے بعد۔'' محمود نے کہا۔

''مجھے جائے واردات سے ایک بٹوہ ملا، لیکن اس بٹوے میں سوائے چند کرنسی نوٹوں کے اور کچھ نہیں تھا... نہ اس میں کسی کی کوئی تصویر تھی نہ نام پتا... ایسے میں مجھے چوکیدار کا خیال آیا کہ شاید اس نے رات کے وقت کسی کو دیکھا ہو... چنانچہ میں اس سے ملا... اس نے ایک نوجوان کے بارے میں بتایا کہ وہ پاگل سا تھا... اور وہ شیخ بابر کے گھر تک گیا تھا... میں نے اس کا حلیہ پوچھا... اس حلیے کے آدمی کا آس پاس ذکر کیا... جلد ہی ایاز خالد کے گھر پہنچ گیا...''

''کمال کر دیا آپ نے۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''جی بس... کیا بتاؤں... ہاں تو میں چوکیدار کو ساتھ لے گیا... اس نے فوراً ایاز کو پہچان لیا... اور یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اس کے گھر کی الماری سے خون آلود خنجر اور پستول مل گئے۔''

''لیکن موت تو پستول کی گولی سے ہوئی... پھر خنجر خون آلود کس طرح ہو گیا۔'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ایاز خالد نے سوچا ہوگا... قتل تو اس نے کر دیا... اب لاش کی جیبوں میں کوئی نقدی وغیرہ ہے تو وہ کیوں نہ نکال لی جائے... اس طرح اس نے تلاشی لی اور خون ہاتھ کو لگ گیا... وہی خون خنجر کو لگ

گیا... ورنہ اس نے خنجر سے وار نہیں کیا۔"

"اس پرس کے بارے میں اس نے کیا بتایا۔"

"یہ کہ وہ اس کا نہیں ہے... اور یہ کہ اس نے قتل نہیں کیا... البتہ اس نے ایک خواب ضرور دیکھا تھا اور خواب میں اس نے شیخ بابر کو قتل کیا تھا... خنجر اور پستول کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ وہ اس کے نہیں ہیں،... الماری میں کس طرح آئے، وہ نہیں جانتا... ہاں خواب میں اس نے خود کو پستول اور خنجر ضرور رکھتے دیکھا تھا۔"

"یہ انتہائی عجیب بات ہے۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"وہ خواب کا جھوٹ بول رہا ہے جناب۔"

عین اس وقت ایک کانسٹیبل اندر داخل ہوا... اس کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔



خواب کی بات

"کیا بات ہے دلدار بیگ۔"

"سر! ایک بوڑھا شخص... جو شکل وصورت سے مجرم لگتا ہے، اندر داخل ہونا چاہتا ہے... لیکن کہہ رہا ہے... اس کے ساتھی اندر موجود ہیں... یعنی خان رحمان، محمود، فاروق اور فرزانہ وغیرہ... ارے باپ رے... یہ میں نے کیا نام لے دیے... کہیں وہ وہیں پروفیسر داؤد تو نہیں... اف... مم... انہوں نے اپنا نام یہی بتایا ہے۔"

"حد ہوگئی... ہمارے پروفیسر انکل کو مجرم بنا دیا... ملک کے سب سے بڑے سائنس دان کی یہاں یہ حالت... ہے کوئی تک۔" محمود جل کر کہا۔

تھانے دار پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی... اس نے اٹھ کر ایک زور دار دھکا کانسٹیبل کو دیا اور خود بھاگ کر دروازے پر گیا... پھر پروفیسر داؤد کو اندر لے آیا... پروفیسر داؤد کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

''ہمیں افسوس ہے... انکل۔''

''لیکن ہمارے ملک کی پولیس کو تمیز کب سکھائی جائے گی... سوال تو یہ ہے۔''

''ہاں! یہ ہمارے ملک کا بہت بڑا المیہ ہے... محکمہ پولیس کے تمام بڑے افسران کو اس مسئلے پر سر جوڑ لینا چاہیے... خیر... ہم یہ مسئلہ آئی جی صاحب کے سامنے رکھیں گے... اس وقت آپ غصہ تھوک دیں۔''

''کہاں تھوکوں... یہاں تو اگال دان بھی نہیں ہے۔''

انہیں ہنسی آ گئی... پھر وہ سب بیٹھ گئے...

''ہاں تو کیا بات ہو رہی تھی...'' خان رحمان نے انسپکٹر جمشید کی نقل اتارنے کی کوشش کی... وہ سب پھر مسکرا دیے...

''ایاز خالد کا کہنا ہے کہ اس نے خواب میں خود کو خنجر اور پستول اس الماری میں رکھتے دیکھا ہے... اور اس میں سے دونوں چیزیں ملی ہیں... اور مزے کی بات یہ ہے کہ خنجر اور پستول خون آلود ہیں... اور خون کی رپورٹ جلد ملنے والی ہے... اگر خون شیخ بابر کا ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے مجرم ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔''

''ہاں! اب تو یہی کہا جا سکتا ہے۔'' خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

''لیکن... ابھی ہم نے ایاز خالد سے ملاقات نہیں کی...

آپ ذرا اسے یہیں بلا لیں۔"

"اگر وہ بھاگ نکلا تو... مجھے تو وہ حد درجے خطرناک لگتا ہے۔"

"بھاگ نکلا تو ہم پکڑ کر دیں گے ان شاء اللہ... آپ فکر نہ کریں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کک... کہانی کیا ہے۔" پروفیسر بولے۔

"کافی پراسرار ہے... جب تک ایاز خالد آتا ہے... میں آپ کو مختصر طور پر بتاتا ہوں..." محمود نے کہا اور جلدی جلدی انہیں کہانی سنانے لگا... ادھر اس کی کہانی ختم ہوئی... ادھر ایاز خالد اندر داخل ہوا... دو کانسٹیبلوں نے اس کی طرف رائفلیں تان رکھیں تھیں۔

"آپ لوگ جائیں... ہم دیکھ لیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

دونوں کانسٹیبلوں نے ہیبت خان کی طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھا، اس نے سر ہلا دیا... دونوں چلے گئے...

"آپ کا نام ایاز خالد ہے۔" محمود نے نہایت نرم لہجے میں پوچھا۔

اس کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا... آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... پھر اس نے کہا:

"مجھے تو بتایا گیا تھا کہ محکمہ سراغ رسانی سے کچھ لوگ مجھ سے

سوالات کرنے آئے ہیں۔''

''غلط نہیں بتایا گیا تھا... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔''

''اتنا نرم اور میٹھا لہجہ ... اس قدر شرافت سے پوچھا گیا سوال... کیا محکمہ سراغرسانی کے لوگ ایسے ہیں... جب کہ یہاں آ کر لگتا ہے... صرف انہی لوگوں کو پولیس کے محکمے میں بھرتی کیا گیا ہے.. جب سے مجھے یہاں لایا گیا ہے... اوے بدمعاش... کتے... خبیث، حرام زادے... سور کے بچے... حرامی کی اولاد... جیسے الفاظ کے سوا میں نے کوئی شریفانہ لفظ اپنے لیے نہیں سنا... حقارت کے سوا یہاں کچھ نہیں ملا... مجھے ٹھوکریں ماری گئیں... دھکے دیے گئے وغیرہ۔''

''ہوں... اس میں شک نہیں... کہ آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے... اب ہم آپ کو یہاں نہیں رہنے دیں گے۔''

''کیا کہا... آپ نے... آپ اسے یہاں نہیں رہنے دیں گے۔''

''اسے نہیں... انہیں... اوّل تو یہ ابھی مجرم نہیں ہیں، صرف ملزم ہیں... اگر یہ مجرم ثابت ہو جاتے ہیں... تب بھی یہ انسان ہیں اور انہیں قانون کے مطابق سزا دی جائے گی... نہ کہ دنیا بھر کی گالیاں انہیں دی جائیں... اور انہیں خود ان کی نظروں سے گرا دیا جائے گا۔''

خان رحمان نے پرجوش انداز میں کہا۔

''سس... سوری... لیکن آپ انہیں لے جا نہیں سکتے۔''

''کیوں جناب...''

''یہ پکے قاتل ہیں۔''

''اس صورت میں بھی ہم اس کیس کی تفتیش اپنے محکمے میں تبدیل کراسکتے ہیں اور اس صورت میں انہیں محکمہ سراغرسانی کی حوالات میں رکھیں گے... خیر یہ بعد کی بات ہے... پہلے تو ہم ان سے چند سوالات کریں گے... آپ اس دوران خاموش ہی رہیے گا۔''

''اچھی بات ہے۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

اب وہ اس کی طرف مڑے...

''آپ سے پہلا سوال... بالکل سچ سچ جواب دیں گے تو فائدے میں رہیں گے... پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے قتل کیا ہے۔''

''میں نے خواب میں ضرور قتل کیا ہے... جاگنے کی حالت میں نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا خنجر اور پستول آپ کے سامنے ان لوگوں نے آپ کی الماری سے نکالے تھے۔''

''ہاں جناب یہی بات ہے۔''

''آپ جانتے ہیں... اگر بات صرف خواب کی ہوتی تو آپ کی الماری سے خنجر اور پستول نہیں نکل سکتے تھے۔''

''میں جانتا ہوں... اور میں اس پر حیران ہوں... میں نے

صرف ایک خواب دیکھا تھا... پھر یہ پستول اور خنجر میری الماری سے کیسے نکل آئے... میں نے جب خواب دیکھا تھا تو بیوی کو خواب سنایا تھا.. آپ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں.. عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... پتا چلا کہ پولیس دروازے پر موجود ہے... بس وہ اندر آئے اور انہوں نے یہ دونوں چیزیں برامد کر لیں۔''

''کیا آپ شیخ بابر کو پہلے سے جانتے ہیں۔''

''جی نہیں... میں انہیں نہیں جانتا، نہ ان سے کبھی میرا واسطہ رہا ہے، میں تو جانتا تک نہیں کہ وہ کون ہیں... کیا کرتے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن آپ اپنے خواب کے مطابق گھر سے نکل کر سیدھے ان کے دروازے پر آئے تھے... اور چوکیدار سے آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ آپ کا ایک دوست بیمار ہے... یہ کہ اس نے فون کر کے بلایا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن یہ خواب کی بات ہے... آپ جانتے ہیں... خواب میں تو انسان کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے... نہ جانے کیا کچھ کر گزرتا ہے... ایسے کام بھی جو وہ عام زندگی میں نہیں کر پاتا۔''

''ہاں! ہم یہ بات جانتے ہیں، مانتے ہیں... آپ کرتے کیا ہیں۔''

''میں ایک پرائیویٹ ادارے میں کمپیوٹر پر کام کرتا ہوں... اور بس۔'' اس نے کہا۔

''اچھی بات ہے...'' یہ کہہ کر محمود ہیبت خان کی طرف مڑا:

''اجازت ہے... ہم انہیں لے جائیں۔''

''جی نہیں... اس کے لیے آپ کو اوپر سے حکم لانا پڑے گا۔''

''ایک منٹ جناب۔''

یہ کہہ کر محمود نے آئی جی شیخ نثار احمد کو فون کیا... انہیں صورت حال بتائی... اور پھر یہ بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

''اچھی بات ہے... فون ہیبت خان کو دو۔'' وہ بولے۔

محمود نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا... اس نے حیران ہو کر ریسیور لے لیا اور بولا:

''یس سر۔''

''اس نوجوان ایاز خالد کو انہیں سونپ دو... اس سے رسید لکھوا سکتے ہو۔''

''یس سر۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر وہ ایاز خالد کو لے کر کمرے سے نکل آئے، جس وقت باہر نکل رہے تھے، ہیبت خان نے کہا:

''آپ انہیں اس طرح لے جا رہے ہیں یہ فرار ہو جائیں گے اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے... اور پھر آپ آئی جی صاحب کو

جواب دہ ہوں گے۔''

''ہم انہیں جواب دے لیں گے، آپ ہمارے لیے فکر مند نہ ہوں۔''

''آپ کی مرضی۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

وہ انہیں دفتر لے آئے... انسپکٹر جمشید کی نظر ان پر پڑی... وہ اتفاق سے اسی وقت باہر سے آ رہے تھے...

''کیا معاملہ ہے بھئی۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کچھ نہیں جمشید... اپنے کام سے کام رکھو۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب۔'' وہ حیران رہ گئے۔

''یہ کیس ہم خود حل کریں گے اور تمہیں اس کی ہوا تک نہیں لگنے دیں گے۔''

انہوں نے ایک نظر ایاز خالد پر ڈالی... پھر زور سے چونکے:

''لیکن میرا ایک دعویٰ ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''تم اس کیس کو حل نہیں کر سکو گے۔''

''یہ تم نے کیسے کہہ دیا۔''

''اس نوجوان کو دیکھ کر... کیا یہ ملزم ہے۔''

''ہاں! اس پر قتل کا الزام ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''کیا کہہ رہی ہو فرزانہ... معلومات نہ دو۔'' پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید ہنس پڑے...

''مجھے کم از کم مشورہ میں شریک کرلیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہرگز نہیں۔''

''آپ کی مرضی... لیکن اتنا سن لیں... یہ نوجوان مجرم نہیں ہے۔''

''خوب! یہی تو ہمارا اندازہ ہے۔''

''لیکن جرم اس پر ثابت ہو کر رہے گا... پھر آپ کیا کریں گے۔''

''ایسا وقت آیا تو اس وقت سوچیں گے کہ اب ہم کیا کریں۔''

''یہ بات ابھی کیوں نہ سوچ لی جائے۔''

''ہوں... بات معقول ہے... میرا خیال ہے انکل... ہم ابا جان سے مشورہ کر ہی لیں... ویسے پورا کیس ہم خود حل کریں گے۔''

''میرا مشورہ مانو... مجرم کو پکڑنے کا آسان طریقہ اختیار کرو۔''

''آسان طریقہ۔''

''ہاں! تفتیش کے طریقے سے یہ مجرم ثابت ہوں گے... میرا طریقہ اختیار کرو گے... تو یہ صاف بچ جائیں گے... پھر نہ کہنا۔''

''اچھا بھائی... دو مشورہ۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''مشورہ یہ ہے کہ اس نوجوان کو فوری طور پر رہا کر دیں... اور اخبارات میں اس بات کی خبر بھی لگوا دیں... بلکہ ہر اخبار میں خبر لگ جائے... کہ پولیس نے اس نوجوان کو رہا کر دیا... جس پر شیخ بابر کا قتل کا زبردست شبہ تھا... بلکہ ثبوت بھی مل چکا تھا...''

''میرے خیال میں بہت بہتر رہے گا۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

''جیسے تم لوگوں کی مرضی... ویسے میں چاہتا تھا کہ اس بار جمشید سے مشورہ بھی نہ لیا جائے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''اور میں بھی...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''خیر.. اتنے سے مشورے کی کوئی بات نہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''اوہو بھئی... اگر تم اس حد تک سنجیدہ ہو تو میں اپنا مشورہ واپس لے لیتا ہوں... لاؤ میرا مشورہ۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''دیں اب انہیں ان کا مشورہ واپس...'' فاروق نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

''مم... مشورہ... واپس... کہاں سے دیں... اس کو تو ہم

قبول کر چکے ہیں... ہاں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس پر عمل کریں گے۔"

"ویسے بھئی... یہ کیس تم سے حل نہیں ہوگا... مجرم چھپا رستم ہے۔"

"جمشید... تم ہمیں للکار رہے ہو..." پروفیسر داؤد نے گویا خبردار کیا۔

"نہیں... اپنا خیال ظاہر کر رہا ہوں... اچھا خیر... آپ لوگ ذرا ایاز خالد کو میرے کمرے میں لے آئیں... میں ان سے چند باتیں کر لوں... یہ میں آپ کے لیے نہیں... اپنے لیے کروں گا۔"

"اپنے لیے... کیا مطلب..." وہ ایک ساتھ بولے۔

"اپنے لیے کا مطلب تو بس اپنے ہی لیے ہوتا ہے... خیر وضاحت کیے دیتا ہوں... میں اپنے طور پر اس کیس پر کام کروں گا... دیکھنا یہ ہے کہ پہلے آپ مجرم تک پہنچتے ہیں یا میں۔"

"ارے باپ رے.. اب... اب کیا ہوگا۔" محمود گھبرا گیا۔

"بزدل... ڈرپوک... ابھی سے ہمت ہار رہے ہو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"یہاں ہمت جیتنے کا دور دور تک امکان جو نظر نہیں آیا۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"حد ہوگئی... کیا تم نے سنا نہیں... جو شخص مقابلہ شروع ہونے سے پہلے ہی حوصلہ ہار جائے، اس کی شکست اسی وقت سے

شروع ہو جاتی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"لیکن بھئی... ہم ابا جان کے مقابلے میں نہیں جیت سکتے۔"

"میرا خیال ہے... ان صاحب کو اپنی پارٹی سے نکال دینا چاہیے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"افسوس! ہم یہ بھی نہیں کر سکتے۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب... کیوں نہیں کر سکتے۔"

"اس صورت میں محمود... ابا جان سے جا ملے گا اور اس طرح یہ اور مضبوط پارٹی بن جائیں گے۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"جو لوگ آپس میں لڑنے لگ جائیں... وہ دشمن سے جیت بھی کیسے سکتے ہیں... جب کہ اس بار ہمارا دشمن بہت طاقت ور ہے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں کام کرنا چاہیے... پہلے ایاز خالد کی ابا جان سے ملاقات کروا دیتے ہیں... پھر شیخ بابر کے گھر ہمیں جانا ہے..." محمود نے منہ بنایا۔

انہوں نے سر ہلا دیے... پھر ایاز خالد کو لیے انسپکٹر جمشید کے کمرے میں آئے...

"یہ ہمارے والد ہیں... یہ بھی آپ کے کیس پر کام کریں گے۔"

''اوہ... آپ کا مطلب ہے... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''تشریف رکھیے جناب۔'' وہ مسکرائے۔

وہ حیرت زدہ سا بیٹھ گیا۔

''آپ ذرا اپنا خواب مجھے سنائیں گے... اور اس کے بعد جو کچھ ہوا... وہ بھی بتا دیں۔''

''جی اچھا۔'' اس نے کہا اور خواب سنانا شروع کر دیا... پھر اس کے بعد پولیس کی آمد کا ذکر کیا... خنجر اور پستول کا ذکر کیا... اس کے خاموش ہونے پر وہ بولے:

''کیا وہ خنجر اور پستول آپ کے اپنے ہیں۔''

''جی نہیں... میں نے تو گھر میں کبھی ایسی کوئی چیزیں رکھی ہی نہیں... ایک ملازم پیشہ آدمی کو ضرورت بھی کیا پڑتی ہے۔'' اس نے کہا۔

''آپ نے وہ پستول اپنے کسی عزیز، دوست یا واقف کے پاس کبھی دیکھے۔''

''جی نہیں...''

''ٹھیک ہے... محمود انہیں گھر جانے دو... ضمانت کے کاغذات پر دستخط کرا لو۔''

''جی... جی اچھا۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''کیا مطلب... آپ مجھے رہا کر رہے ہیں۔''

''ہاں! ابھی آپ پر جرم ثابت نہیں ہوا... ثابت ہو گیا تو آپ کو گرفتار کر لیں گے... آپ کہاں بھاگے جا رہے ہیں... ثبوت ملنے تک کیوں آپ کو پریشان کریں... اور آپ کی بیوی کو بھی... آپ نے اگر جرم نہیں کیا... اور واقعی یہ خواب کا واقعہ ہے... تو آپ بے فکر رہیں... ہم اصل مجرم کو ضرور گرفتار کر لیں گے... آپ پر سے الزام ختم ہو جائے گا۔''

''لیکن میرا محکمہ تو اب مجھے ملازمت میں واپس لے گا نہیں۔''

''اگر یہ جرم آپ نے نہیں کیا... تو محکمہ بھی آپ کو ملازم رکھے گا... آپ کل سے اپنی ڈیوٹی پر جائیں... دفتر کی طرف سے انہیں خط مل جائے گا۔''

''کیا آپ جیسے پولیس آفیسر بھی اس دنیا میں ملتے ہیں۔''

''دنیا میں کیا نہیں ملتا۔'' وہ مسکرائے۔

اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے... ایاز خالد کے جانے کے بعد وہ شیخ بابر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

''اب ابا جان اس کی نگرانی کروائیں گے... پستول اور خنجر کے اصل مالک کا پتا لگوائیں گے... لیکن ہم تو اس راستے سے اپنی تفتیش جاری نہیں رکھ سکتے... وہ کہیں گے... یہ کیا تم تو میری نقل اتار رہے ہو۔''

''ٹھیک ہے... ہم اپنے طور پر، اپنے طریقے سے کام کریں

گے۔'' فرزانہ بولی۔

''تت... تو کیا ہمارا اور انسپکٹر جمشید کا طریقہ الگ الگ ہے۔'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

''اس کیس کی حد تک تو یہی کہا جائے گا۔'' فاروق مسکرایا۔

''تب پھر ہم سیدھے شیخ بابر کے گھر جا رہے ہیں... اس کیس میں اس وقت تک قتل کی وجہ کی طرف توجہ نہیں دی گئی... جب کہ ایاز خالد کے پاس قتل کی دور دور تک کوئی وجہ موجود نہیں ہے اور عدالت میں جب تک قتل کی وجہ نہیں بتائی جاتی... عدالت ملزم کو مجرم نہیں مانتی... اس لحاظ سے بھی ایاز خالد بے قصور لگتا ہے... آخر اسے کیا ضرورت تھی شیخ بابر کو قتل کرنے کی... جب کہ اس نے کوئی لوٹ مار بھی نہیں کی... اس نے کوئی چیز وہاں سے نہیں لوٹی... نہ گھر کے افراد کو کچھ کہا... شیخ بابر کپڑے کی ایک مل کے مالک تھے... ایاز خالد کا کپڑے کی مل سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو... ہو سکتا ہے... وہ کسی وقت مل میں ملازم رہا ہو اور شیخ بابر نے اس سے کوئی زیادتی کی ہو... اس کے اندر انتقام کا جذبہ پرورش پا رہا ہو... اور آخر اس نے یہ کام کر ڈالا اور خود کو بچانے کے لیے خواب والی کہانی گھڑ لی ہو... لیکن پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ایاز خالد کبھی ان کی مل میں ملازم تو نہیں رہا... یا ان کا ماضی میں شیخ بابر سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق تو نہیں رہا۔''

''ہاں واقعی... یہ بات پہلے ہمیں ایاز خالد سے پوچھ لینی چاہیے تھی... اس کے گھر میں تو کوئی فون بھی نہیں ہے... خیر... انکل اکرام کے ذریعے اس سوال کا جواب حاصل کر لیتے ہیں... وہ کسی کو بھیج کر معلوم کر لیں گے۔''

اب محمود نے اکرام کے نمبر ملائے۔

''سب انسپکٹر اکرام بات کر رہا ہوں۔''

''اور یہ میں ہوں... انکل محمود۔''

''لیکن میں کسی انکل محمود کو نہیں جانتا۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''یہ اور اچھا ہے... ایک شخص ہے ایاز خالد۔''

''ارے باپ رے۔''

''کیا ہوا؟'' وہ چونکا۔

''ابھی ابھی انسپکٹر صاحب نے اس کے بارے میں ہدایات دی ہیں... لیکن ان کی ہدایت ہے کہ میں اس بارے میں آپ کو کچھ نہ بتاؤں... کہ کیا ہدایات دی ہیں۔''

''ہم نے ان کی ہدایات معلوم کرنے کے لیے فون نہیں کیا... ہم ایاز خالد سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی وہ شیخ بابر کی مل میں ملازم رہا ہے... یا ماضی میں اس کا کسی طرح بھی شیخ بابر سے کوئی تعلق رہا ہے... اس سوال کا جواب تو آپ ہمیں لے کر دے سکتے ہیں نا۔''

''ہاں کیوں نہیں... اپنے طور پر آپ جو کہیں گے، کروں گا..

لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کیا کام لے رہے ہیں۔"

"اچھا تو پھر انکل... آپ یہ بھی نہیں بتائیں گے کہ ہم آپ سے کیا کام لے رہے ہیں۔"

"انہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں... وہ جان سکتے ہیں... آپ لوگ اب کیا کریں گے... انہوں نے پہلے ہی مجھے یہ بتا دیا تھا کہ ہم یہ معلوم کروائیں گے، لہٰذا میں نے پہلے آپ لوگوں کے لیے ایاز خالد سے معلوم کرالیا ہے... اس کا کبھی بھی شیخ بابر سے کوئی تعلق نہیں رہا... نہ وہ ان کی مل میں ملازم رہا ہے۔"

"خوب! یہ تو کام اور آسان ہو گیا، ادھر ہم نے سوال کیا... ادھر جواب مل گیا... کیا انہوں نے اس قسم کے اور اندازے بھی آپ کو بتائے ہیں اور آپ نے ہمارے لیے پہلے ہی ان سوالات کے جوابات حاصل کر لیے ہیں۔"

"نہیں... فی الحال انہوں نے بس یہی ایک بات بتائی تھی.. سو میں نے معلوم کر کے رکھ لی۔"

"اچھا شکریہ!" یہ کہہ کر محمود نے فون بند کر دیا۔

اب وہ شیخ بابر کے ہاں پہنچے... اداس انداز میں ان کا استقبال کیا گیا... انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو ان کا بڑا بیٹا انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا... جونہی وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے، بہت زور سے اچھلے... وہاں دیوار پر ایاز خالد کی تصویر موجود تھی۔

نن... نہیں

''ارے باپ رے... یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔''
''جی... میں سمجھا نہیں! آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔''
''یہ ایاز خالد کی تصویر یہاں کہاں سے آ گئی۔''
''کیا کہا... آپ نے ایاز خالد کی تصویر... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' بیٹا بولا۔
''اف مالک! آپ کیا کہہ رہے ہیں... ہمیں غلط فہمی ہوئی ہے... ارے جناب... ہم ایاز خالد سے مل چکے ہیں... یہ بالکل اس کی تصویر ہے۔''
''نن نہیں۔'' اس بار لڑکا بہت زور سے اچھلا۔
''اب آپ کو کیا ہوا؟''
''یہ ہمارے والد کی جوانی کی تصویر ہے۔''
''کیا... نن نہیں...'' اس بار وہ اور زور سے اچھلے۔
اب کمرے میں سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔
'' اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ کیا معاملہ ہے... خیر پہلے تو

تعارف ہو جائے.. آپ شیخ بابر کے بڑے بیٹے ہیں... آپ کا نام؟"

"مجھے شیخ جابر کہتے ہیں۔"

"آپ کے اور کتنے بہن بھائی ہیں۔"

"مجھ سے چھوٹے بھائی اور ایک بہن ہے۔"

"خوب! اور یہ تصویر آپ کے والد کی جوانی کی تصویر ہے۔"

"جی ہاں! بالکل۔"

"جب کہ ہمارے خیال میں یہ ایاز خالد کی تصویر ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ایک منٹ ٹھہریں۔"

اب محمود نے اکرام کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً مل گیا۔

"انکل اکرام... آپ سے ایک اور کام آپڑا ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔

"معلوم ہوتا ہے... بہت تیزی سے کام کر رہے ہیں... خیر کام بتائیں۔"

"ہم اس وقت شیخ بابر کے ہاں موجود ہیں... آپ ذرا ایاز خالد کو یہاں لے آئیں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں! بہت زیادہ۔"

"لیکن اس کام میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔"

''کوئی بات نہیں... ہم یہاں انتظار کر رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... لا رہا ہوں۔''

''اور یہ بات آپ ابا جان کو نہیں بتائیں گے۔''

''ٹھیک ہے... نہیں بتاؤں گا۔'' اکرام ہنسا۔

اور پھر اکرام ایاز خالد کو لیے شیخ بابر کے ہاں پہنچا... اس وقت تک وہ تصویر کو الٹا رکھ چکے تھے... ایاز خالد کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا، اندر آتے ہی اس نے کہا:

''کیا بات ہے جناب... خیر تو ہے... آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے... آپ جانتے ہیں... میرا یہاں آنا کتنا خطرناک ہے... شیخ بابر کی اولاد غصے میں آ کر مجھ پر حملہ آور ہو سکتی ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہو گی... آپ فکر نہ کریں... تشریف رکھیں۔''

اکرام اور ایاز خالد بیٹھ گئے... اب انہوں نے گھنٹی کا بٹن دبایا... شیخ جابر کو پتا چلا تھا کہ انہیں وہاں انتظار کرنا پڑے گا تو وہ اٹھ کر اندر چلا گیا تھا... یہ کہہ کر کہ جب اس کی ضرورت ہو، بلا لیں... اندر گھنٹی بجی... جلد ہی شیخ جابر اندر داخل ہوا... اور پھر بری طرح اچھلا، اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

''یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔'' اس کے منہ سے نکلا... آنکھیں ایاز خالد پر جم گئی تھیں۔

''کیا دیکھ رہے ہیں... یہ کون ہیں۔''

''تو آپ انہیں نہیں جانتے... حیرت ہے۔'' محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''بالکل نہیں... میں انہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں... ویسے یہ گھر شیخ بابر کا ہے... پولیس انسپکٹر ہیبت خان صاحب مجھے شناخت کے لیے یہیں لائے تھے اور خواب میں بھی میں یہیں آیا تھا۔''

''پھر وہی خواب۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''تو کیا آپ کے خیال میں میں جھوٹا ہوں۔''

''ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے...''

''لیکن یہ صاحب کس بات پر حیران ہیں... کیا یہ شیخ بابر مرحوم کے بیٹے ہیں۔''

''ہاں اب ہم آپ کو بتاتے ہیں... یہ کیوں حیران ہیں۔''

یہ کہہ کر محمود اٹھا اور اس نے تصویر سیدھی کر دی... اب اچھلنے کی باری ایاز خالد کی تھی۔

''یہ... یہ... یہ کیا... میری تصویر... بھلا میری تصویر کا یہاں کیا کام۔''

''کیا یہ تصویر آپ نے بنوائی تھی۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''جی نہیں... میرا یہ مطلب نہیں تھا... سوال یہ ہے کہ میری

تصویر یہاں کیوں موجود ہے۔''

''یہ آپ کی تصویر نہیں... شیخ بابر کی جوانی کی تصویر ہے۔''

''کیا!!!'' وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اب اس کی آنکھوں میں حیرت کا ایک سمندر نظر آیا۔

''یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔'' آخر اس کے منہ سے نکلا۔

''پتا نہیں... یہ کیسے ممکن ہے... ہم خود نہیں سمجھ سکے... ہم نے جب تصویر یہاں دیکھی تو ہم بھی یہی سمجھے تھے کہ یہ آپ کی تصویر ہے، لیکن جب انہوں نے یہ بتایا کہ یہ تو ان کے والد کی جوانی کی تصویر ہے، تو ہم بہت حیران ہوئے... اب یہ معاملہ حد درجے حیرت انگیز ہو گیا ہے... ایاز خالد صاحب... آپ کا کہنا ہے کہ شیخ بابر سے کبھی کسی قسم کا بھی کوئی تعلق نہیں رہا... یہی بات ہے نا۔''

''جی بالکل۔''

''لیکن یہ تصویر کہہ رہی ہے... کوئی خاص تعلق ہے... کہیں آپ ان کے سوتیلے بیٹے تو نہیں ہیں۔''

''جی... کیا مطلب؟''

''ہو سکتا ہے... شیخ بابر نے دو شادیاں کی ہوں... ایک بیوی سے آپ پیدا ہوئے، دوسری بیوی سے یہ لوگ... لیکن آپ کی والدہ کو انہوں نے چھوڑ دیا ہو گا... یا طلاق دے دی ہو گی... اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے... لیکن اب یہ راز معلوم کرنا ہو گا... شیخ

جابر صاحب... ہمیں آپ کی والدہ کا بیان لینا ہے... وہ دروازے کی اوٹ سے جواب دے سکتی ہیں۔''

''اچھی بات ہے... میں انہیں یہاں لے آتا ہوں۔''

جلد ہی دروازے کے پیچھے سے آواز آئی:

''میں اس طرف موجود ہوں۔''

''کیا آپ کے شوہر شیخ بابر نے دو شادیاں کی تھیں۔''

''جی نہیں... میں نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی... اگر انہوں نے خفیہ طور پر کی ہو تو میں نہیں کہہ سکتی۔''

''یہ ہم ایک نوجوان کو اندر آپ کے سامنے لا رہے ہیں... آپ ذرا انہیں دیکھ لیں۔'' محمود نے کہا۔

''لیکن میں پردہ کرتی ہوں۔'' شیخ بابر کی بیوی نے کہا۔

''یہ نوجوان ہے... آپ کے بیٹے شیخ جابر کی عمر کے ہیں... اور ہماری یہ مجبوری ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' اس نے کہا۔

''فرزانہ... ایاز خالد کو دروازے کی دوسری طرف لے جاؤ۔'' محمود نے بالکل انسپکٹر جمشید کے انداز میں کہا۔ فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا جیسے کہہ رہی ہو... تم مجھ پر حکم چلانے والے ہو کون... لیکن منہ سے کچھ نہ بولی اور ایاز خالد کو اندر چلنے کا اشارہ کیا.. وہ حیرت زدہ سا اندر داخل ہو گیا... فرزانہ ساتھ تھی... جونہی شیخ بابر کی

بیوہ نے اسے دیکھا، ایک زوردار چیخ اس کے منہ سے نکل گئی... آنکھوں میں دہشت طاری ہوگئی۔

''نن... نہیں... نہیں... یہ نہیں ہوسکتا۔''

''کیا نہیں ہوسکتا محترمہ۔'' فرزانہ بولی۔

''یہ... ان... ان کی شکل وصورت بالکل بابر صاحب جیسی ہے... میرا مطلب ہے... جب وہ جوانی میں تھے... کوئی ذرہ برابر فرق نہیں... لہٰذا میں یہی کہوں گی... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

''اللہ کے کارخانے میں ایسا ہوسکتا ہے... تو آپ کو بالکل معلوم نہیں کہ آپ کے شوہر نے دوسری شادی کی تھی یا نہیں۔''

''جی نہیں... بالکل معلوم نہیں۔''

''اچھی بات ہے... آیئے جناب۔'' فرزانہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

''ایاز خالد صاحب... آپ نے اپنے والد کو دیکھا ہے... ان کا انتقال کب ہوا۔''

''میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے وہ فوت ہوگئے تھے... میری ماں نے مجھے یہی بتایا تھا... اور میں چھوٹا ہی تھا کہ وہ بھی فوت ہوگئیں۔''

''آپ کو ہمارے ساتھ اپنے گاؤں چلنا ہوگا۔''

''کک... کیوں... آپ وہاں جا کر کیا کریں گے بھلا۔''

''آپ کے ماں باپ کے بارے میں معلوم کرنا بہت ضروری ہے... اس قدر مشابہت کا ہونا عجیب ترین ہے... اور اگر آپ شیخ بابر کے بیٹے ہیں... تب اس کیس کے مجرم آپ بھی ہو سکتے ہیں... ہو سکتا ہے، شیخ بابر نے آپ کی والدہ کے ساتھ کوئی ظلم کیا ہو... انہیں چھوڑ دیا ہو... اور انہوں نے یہ ظلم بھری کہانی آپ کو سنائی ہو... اس طرح آپ نے انتقام لینے کے لیے انہیں قتل کیا... لیکن خود کو بچانے کے لیے خواب والی کہانی گھڑ لی... اگر یہی بات ہے تو خواب کی کہانی آپ کی مدد نہیں کر سکے گی۔''

''نہیں جناب... ایسی کوئی بات نہیں ہے... میں نے واقعی خواب دیکھا تھا اور خواب میں ہی یہاں آیا تھا... خواب میں میں نے پستول کا فائر کیا تھا...''

''خیر... دیکھتے ہیں... آیئے چلیں... اور ہاں... شیخ بابر کی مل کا کیا نام ہے بھلا۔'' محمود اٹھتے اٹھتے رک گیا۔

''بابر ملز۔''

''سنا ہے... ان کی مل کا کپڑا بہت کامیاب ہے۔''

''جی ہاں... بہت زیادہ۔''

''اس کاروبار میں کوئی مل والا تو آپ کا دشمن نہیں ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں... دور دور تک ہمارا کوئی دشمن نہیں۔''

''دشمن تو خیر کوئی ہے... آخر ان کا قتل ہوا ہے۔''

''یہ چوری کی ایک واردات بھی ہو سکتی ہے۔'' شیخ جابر نے منہ بنایا۔

''لیکن قاتل کچھ نہیں لے کر گیا... آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں۔''

''اسے موقع نہیں ملا۔''

''جب کہ اسے موقع حاصل تھا... آپ سب سو رہے تھے۔''

''خیر... آپ جائیں... ہمیں اس سے کیا۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے... قاتل کو پکڑنا ہمارا کام ہے... آؤ بھئی چلیں۔'' محمود نے کہا۔

ان کے منہ بن گئے... خان رحمان اور پروفیسر داؤد ہنس پڑے اور پھر وہ دوبارہ وہاں سے نکل آئے...

''آپ کو ہمارے ساتھ گاؤں چلنا پڑے گا۔''

''چلیے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' اس نے کہا۔

پھر وہ خان رحمان کی گاڑی میں گاؤں پہنچے... کسی زمانے میں ایاز خالد جس گھر میں رہتا تھا، وہ گھر اب کسی اور کا تھا، لیکن گاؤں کے لوگوں سے بہر حال ایاز خالد کے بارے میں معلومات حاصل کرنا مشکل نہیں تھا... اس مکان میں اب گھرانہ رہ رہا تھا، اس نے انہیں عزت سے بٹھایا، لسّی پیش کی... پھر بات چیت شروع ہوئی۔

''آپ انہیں جانتے ہیں۔''

''ہاں! یہ کبھی کبھار یہاں آتے رہتے ہیں... یہ ان کا گاؤں ہے نا... بچپن میں آخر یہیں رہتے تھے۔''

''آپ نے ان کے والد کو دیکھا ہے۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں۔''

''میں آپ کو ایک تصویر دکھاتا ہوں... کیا وہ یہی تھے۔''

یہ کہہ کر محمود نے شیخ بابر کی تصویر نکال کر ان کے سامنے کر دی، انہوں نے دیکھتے ہی کہا:

''یہی ایاز کے والد ہیں۔''

''کیا... نہیں۔'' ایاز خالد نے حیران ہو کر کہا۔

''کیوں... اس میں حیرت کی کیا بات ہے... بھئی تم اس وقت بہت چھوٹے تھے... دودھ پیتے بچے... تمہیں بھلا کیسے یاد ہو سکتا ہے۔''

''اوہ ہاں... بالکل... یہی بات ہے اور ان کی والدہ۔''

''وہ بھی ان کے والد کے فوت ہو جانے کے چند سال بعد ہی فوت ہو گئی تھی۔''

''پھر آپ نے یہ مکان کس سے خریدا۔''

''ان کی والدہ نے اپنے خاوند کے علاج کے لیے ہم سے بہت سا قرض لیا تھا... اس قرض کے بدلے میں انہوں نے اپنا مکان ہمیں دے دیا تھا۔''

''اور خود کہاں رہتی تھی۔''

''یہیں ... ہمارے پاس ہی ... وہ کہا کرتی تھیں ... میرا ایک تو بچہ ہے ... اور میرا اپنا تو کوئی پتا نہیں ... کب دنیا سے رخصت ہو جاؤں ... لہٰذا آپ میری زندگی میں یہ مکان لے لیں اور مجھے ایک طرف پڑا رہنے دیں ... سو ہم نے ایسا کیا۔''

''والدہ کی وفات کے بعد کیا ہوا ... ایاز خالد تو اس وقت بچے تھے۔

''میں نے ان سے کہا تھا کہ ہمارے پاس رہیں، لیکن یہ شہر جانا چاہتے تھے ... ہم نے بھی انہیں نہ روکا ... اس وقت یہ میٹرک کر چکے تھے ... مطلب یہ کہ والدہ کی وفات کے بعد یہ میٹرک کرنے تک یہاں رہے تھے ...''

''ان کے والد کیا کرتے تھے۔''

''کسی زمانے میں ان کے والد شہر میں رہتے تھے ... پھر اس گاؤں میں چلے آئے ... انہوں نے یہ مکان خریدا تھا ... اور ان کی والدہ کے ساتھ یہاں رہنے لگے تھے ...''

''لیکن یہ کرتے کیا تھے۔''

''مکان کے ساتھ انہوں نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا زمین کا خریدا تھا ... اس پر کسی سے کھیتی باڑی کراتے تھے ... بس اس طرح ان کی گزر بسر ہوتی تھی ... جب بیمار ہوئے تو وہ ٹکڑا بیچ دیا ... پھر یہ مکان بھی بیچ

دیا... ان کا علاج شہر کے ہسپتال میں کرایا گیا تھا... لیکن وہ ٹھیک نہ ہوئے۔''

''لاش یہاں لائی گئی تھی یا شہر میں دفنائی گئی تھی۔''

''شہر سے لانے میں اور اخراجات ہوتے... بیوی نے کہا تھا کہ انہیں شہر میں ہی دفن کر دیتے ہیں... پھر وہ خود یہاں آ گئی تھیں..''

''ہوں... اور یہ بات آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہی تھے... یعنی تصویر میں جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں۔''

''بالکل یہی تھے۔''

''ان کی موت کے وقت آپ میں سے کوئی وہاں تھا۔''

''میں ان کی والدہ کے ساتھ وہاں گیا تھا... وہ بے چاری اکیلی تھی... وہ کہاں کہاں جاتی۔''

''آپ کے سامنے انہوں نے دم توڑا... آپ کے سامنے دفن ہوئے۔''

''جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''آپ کا شکریہ... آپ سے ہمیں بہت معلومات حاصل ہوئیں۔''

''لیکن آپ نے تو ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں... معاملہ کیا ہے۔''

انہوں نے مختصر طور پر بتا دیا... پھر محمود نے پوچھا:

''ان کے والد کبھی اپنے کسی بھائی کا ذکر تو نہیں کرتے تھے۔''

''اوہ ہاں! یاد آیا... وہ کہا کرتے تھے... شہر میں ان کا ایک بھائی رہتا ہے... لیکن وہ اس کا ذکر اچھے الفاظ میں نہیں کرتے تھے... ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس سے نفرت کرتے ہوں۔'' اس نے کہا۔

''کوئی اور بات جو انہوں نے اپنے بھائی کے بارے میں بتائی ہو۔''

''نہیں... کوئی اور بات تو یاد نہیں آ رہی۔''

''اس کا مطلب ہے... شیخ جابر کے والد اور ایاز خالد کے والد آپس میں بھائی تھے... اور ہم شکل تھے... ایاز خالد بھی اپنے باپ کی شکل پر گئے ہیں۔''

''ہاں! یہ بات... یہ بالکل اپنے باپ پر گئے ہیں...'' مالک مکان نے کہا۔

''اس گاؤں میں آنے سے پہلے وہ کہاں رہا کرتے تھے... اس بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے۔''

''جی نہیں... صرف یہ پتا ہے کہ شہر میں رہتے تھے... اور بس۔''

''اچھا... ہم چلتے ہیں۔''

ان لوگوں سے ہاتھ ملا کر وہ باہر نکل آئے... اب وہ شہر کی طرف اڑے جا رہے تھے...

ہوٹل کی تاریخ

''کہانی کچھ گہری ہوتی جارہی ہے۔'' محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے... ہمیں گہرا غوطہ لگانا پڑے گا۔'' فاروق مسکرایا۔

''اور پہلے ہم ایاز خالد صاحب کو بالکل بے قصور سمجھے تھے... لیکن اب یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ یہ قاتل ہو سکتے ہیں، انہیں ان کی والدہ نے مرنے سے پہلے کوئی پرانی کہانی سنائی ہے... بتایا ہو کہ ان کے والد کے بڑے بھائی نے ان کے ساتھ بہت ظلم کیا ہے... باپ کی جائیداد اور دولت سب ہتھیا لی ہے اور یہ کہ تمہیں اس سے انتقام لینا ہے... وغیرہ۔''

''جی نہیں... میری والدہ نے مجھ سے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کہی... میں نے تو شیخ بابر کو زندگی میں پہلی بار اسی وقت دیکھا تھا... اسی خواب میں۔'' ایاز خالد نے منہ بنا کر کہا۔

''کہنے کا مطلب یہ کہ اس کہانی کا ایک پہلو یہ ہو سکتا ہے...

یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہے بھی۔''

''اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں گے۔'' خان رحمان نے پریشان ہو کر کہا۔

''ہاں! واقعی... یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں۔''

''ایاز خالد صاحب کو ان کے گھر اتار دیتے ہیں اور خود گھر جاتے ہیں... کیس بہت الجھ گیا ہے... پہلے ہم اس کو بہت آسان خیال کر بیٹھے تھے... دیکھتے ہیں... ابا جان نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''بھلا وہ ہمیں کیوں بتانے لگے۔''

''ہم اپنے طور سے ان سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں نا۔''

''ہاں کیوں... یہ کام میں اور خان رحمان بخوبی کر سکتے ہیں۔'' پروفیسر داؤد مسکرائے۔

''اس کا مطلب ہے... ہم ان کی مدد لینے پر مجبور ہو گئے۔'' خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

''جی نہیں... ہم ان سے سرسری انداز میں بات کریں گے، شاید اس طرح کچھ اندازہ ہو جائے۔''

پھر انہوں نے ایسا ہی کیا... ایاز خالد کو اس کے گھر اتارا، اسے ہدایات دیں... ایک ہدایت یہ تھی کہ وہ بغیر بتائے کہیں جانے کی

کوشش نہ کرے... کیونکہ رہائی کی وجہ سے وہ اس وقت حوالات میں بند نہیں ہے... اور اگر وہ ادھر ادھر کہیں چلا گیا تو سارا الزام ان پر آئے گا... انسپکٹر ہیبت خان جیسے لوگ مذاق اڑاتے نظر آئیں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں... میں کیوں کہیں جانے لگا۔'' اس نے جواب دیا۔

اور وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے... انسپکٹر جمشید گھر میں موجود تھے... انہیں دیکھ کر مسکرائے:

''کہاں تک پہنچے۔'' انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''معاملہ الجھ گیا ہے۔''

''اس لیے کہ ایاز خالد شیخ بابر کا بھتیجا ثابت ہو گیا ہے۔''

''اوہ... اوہ۔'' وہ اچھل پڑے... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

''تو آپ نے یہاں تک معلومات حاصل کر لی ہیں۔''

''کیا کرتا، مجبور تھا... تم نے مجھے تنہا جو چھوڑ دیا... اب ہاتھ پاؤں تو ماروں گا نا...''

''پھر... آپ نے کیا اندازہ لگایا۔''

''تو تم میرے اندازوں پر کام کرنا چاہتے ہو... نہیں نہیں، اب مقابلہ ہوگا... دیکھنا یہ ہے کہ پہلے اس کیس کے مجرم تک کون پہنچتا ہے... تم یا میں۔''

''ظاہر ہے... آپ ہی پہنچیں گے۔''

''ویسے جمشید... اگر ایاز خالد واقعی شیخ بابر کا بھتیجا ہے... تب تو وہ مجرم ہو سکتا ہے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''سوال یہ ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا... ایسا کر کے اسے کیا ملا...''

''ہو سکتا ہے... معاملہ صرف انتقام کا ہو، شیخ بابر نے ایاز خالد کے باپ یعنی اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ کوظلم کیا ہو، اس کا حق مارا ہو... کیا نام ہے بھلا ایاز خالد کے والد کا۔'' محمود نے یہ کہتے ہوئے فرزانہ کی طرف دیکھا۔

''حد ہو گئی... اتنا کچھ ہوا... اس کے گاؤں تک ہو آئے، گھر دیکھ آئے... لیکن نام نہیں پوچھا۔''

''بھئی خالد تو نام ہو گا ہی... اچھا خیر، اگر یہ معاملہ انتقام کا ہے... تو بھی ایاز خالد ہی مجرم بنتا ہے... خواب والی کہانی سنا کر بھلا وہ اس جرم پر پردہ ڈال سکتا ہے... ہر گز نہیں۔''

''اس میں شک نہیں... کہ وہ مجرم ہو سکتا ہے...'' انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

''لیکن پھر کیس ابھی تک ختم کیوں نہیں ہوا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ہم یہ نہیں جان سکے... کہ خالد کے ساتھ شیخ بابر نے کوئی

زیادتی کی تھی یا نہیں... اس زیادتی کا پتا چل جائے تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔''

''اس کا مطلب ہے... ہمیں ایک بار پھر شیخ جابر سے ملنا ہوگا۔''

''یہ بہت ضروری ہے۔''

''بلکہ ایک ملاقات ابھی ایاز خالد سے اور کی جائے گی... اس سے پوچھا جائے گا.. اس کے والد کے ساتھ کیا زیادتی ہوئی تھی۔''

''اوہ ہاں... ٹھیک ہے۔''

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... گھنٹی محمود کے موبائل کی تھی.. اس نے فوراً سیٹ کان سے لگا لیا اور بولا:

''محمود بات کر رہا ہوں۔''

''غضب ہو گیا۔'' دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔

''آپ کون ہیں محترمہ... پہلے تو یہ بتائیں... غضب کی بات بعد میں۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''اوہو! آپ نے میری آواز نہیں پہچانی۔'' دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

''اب سمجھا.. آپ سلمیٰ ہیں... ایاز خالد صاحب کی بیوی۔'' محمود نے چونک کر کہا۔

''جی ہاں... انہیں دن دیہاڑے اغوا کرلیا گیا ہے۔''

''خوب... خوب۔'' محمود کے منہ سے نکلا۔

''کیا کہا... آپ نے خوب خوب... گویا آپ خوش ہو رہے ہیں۔'' سلمیٰ نے جھلا کر کہا۔

''اوہ نہیں... آپ غلط سمجھیں... دراصل اس کیس میں بات آگے نہیں بڑھ رہی تھی... اب امید ہے... بہت تیزی سے آگے بڑھے گی... ہم آرہے ہیں... آپ فکر نہ کریں... بہت جلد انہیں ڈھونڈ نکالیں گے... کیا اغوا کرنے والے گھر میں آئے تھے۔''

''ہاں... اچانک اندر آئے اور انہیں اٹھا کر لے گئے...''

''اور آپ... آپ نے کچھ نہیں کیا۔''

''ان کے پاس پستول تھے... وہ چار تھے، لمبے تڑنگے... اور غنڈے قسم کے... میں سہم گئی... کیا کرتی... باہر ان کی کار کھڑی تھی... انہوں نے ایاز خالد کو کار میں ڈالا اور کار ہوا ہوگئی... مجھے تو مارے خوف کے شور مچانے کا بھی ہوش نہیں رہا...''

''خیر... آپ کسی چیز کو چھیڑیں نا...''

''کون سی چیز کی بات کر رہے ہیں۔''

''اغوا کرنے والوں نے اگر کوئی چیز گرائی ہے... تو میں اس کی بات کر رہا ہوں... دوسرے یہ کہ ان کے جوتوں وغیرہ کے نشانات بہت اہم ہیں۔''

''آپ تشریف لے آیئے... ہر چیز جوں کی توں رہے گی۔''

''لیجئے ابا جان... ہمارا کام تو ہو گیا شروع۔''

''جاؤ بھئی... جاؤ۔''

''اور آپ اس کیس میں کچھ نہیں کریں گے۔''

''نہیں... بس تم ہی کرو... جو کرنا ہے... میں اس کیس کو دوسرے طریقے سے حل کروں گا۔''

''آپ کا مطلب ہے... شرلاک ہومز کی طرح گھر بیٹھے حل کریں گے۔''

''ہاں! پروگرام یہی ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''اچھی بات ہے... شکریہ... ویسے ہم جانتے ہیں... آپ خفیہ فورس سے کام لے رہے ہیں... اور انکل اکرام سے بھی۔''

''بھئی اب اس حد تک تو ہاتھ پیر ہلانے پڑیں گے۔'' وہ بولے۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے... کار میں بیٹھے اور روانہ ہو گئے۔

''لگتا ہے... اب یہ کیس کسی کروٹ بیٹھنے والا ہے۔''

''اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے... جیسے ہار جائیں گے۔'' فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''کس... کس کے مقابلے میں۔'' پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

''ابا جان کے مقابلے میں اور کیا۔''

''دیکھا جائے گا... ارے ہاں... یاد آیا... وہاں ہمیں اکرام کی ضرورت بھی ہوگی... آخر جوتوں وغیرہ کے نشانات بھی تو اٹھوانا ہوں گے۔''

یہ کہہ کر اس نے اکرام کے نمبر ملائے... اس کی آواز سنتے ہی اکرام نے فوراً کہا:

''پہنچ رہا ہوں۔''

''پہنچ رہا ہوں... کہاں پہنچ رہے ہیں۔''

''ایاز خالد کے گھر... جہاں سے انہیں اغوا کیا گیا ہے۔''

''آپ کو کس نے بتایا۔''

''سر نے... ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے... آپ لوگوں کو میری ضرورت پڑے گی... لیکن خیال بعد میں آئے گا... لہٰذا تم پہلے ہی روانہ ہو جاؤ... لہٰذا میں راستے میں ہوں... اور ادھر آپ لوگ پہنچیں گے... ادھر میں پہنچ جاؤں گا۔''

''بہت خوب... ہمارے ابا جان بھی کمال کے آدمی ہیں... اگرچہ اس بار ہمارا مقابلہ انہی سے ہے... پھر بھی ہماری مدد کر رہے ہیں۔''

''اچھے مقابل کی یہی نشانی ہے۔'' اکرام نے ہنس کر کہا۔

اور پھر محمود نے فون بند کر دیا... وہ لوگ اور محمود ایک ساتھ

ایاز خالد کے دروازے پر پہنچے ... آس پاس کچھ لوگ جمع تھے ... اگر چہ دروازہ بند تھا... گویا لوگوں کو اس واقعے کا پتا چل گیا تھا۔

''کیا آپ لوگوں نے اغوا کرنے والوں کو دیکھا تھا۔''

''جی نہیں ... ان کے جانے کے بعد واقعے کا علم ہوا ہے۔'' ایک نے جواب دیا۔

''گویا آپ ہمیں کچھ نہیں بتا سکتے۔''

''کار کا ماڈل بتا سکتے ہیں ... نمبر ہم بھی نہیں دیکھ سکے۔'' دوسرے نے کہا۔

''چلیے پھر... اتنا ہی بتا دیں۔''

''وہ سفید رنگ کی ٹویوٹا تھی۔''

''اور کوئی بات۔''

''بس! ہم تو اتنا ہی دیکھ سکے۔''

''اچھی بات ہے... شکریہ۔''

اب محمود نے دستک دی... ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... غالباً ایاز خالد کی بیوی ان کی گاڑی کی آواز سن کر دروازے تک آ چکی تھی:

''یہ ہم ہیں محترمہ۔''

''تشریف لے آئیں۔'' اس نے روتے ہوئے کہا۔

''آپ گھبرائیں نا... ہم انہیں جلد تلاش کر لیں گے۔'' خان رحمان نے اسے دلاسہ دیا۔

اب انہوں نے اندر کا جائزہ لیا۔

''وہ اپنی کوئی چیز تو یہاں نہیں گرا گئے۔''

''جی نہیں... وہ تو کوئی بہت ماہر قسم کے لوگ نظر آئے تھے.. جیسے ان کا روز کا کام ہی یہ ہو۔'' اس نے کہا۔

''اچھا پہلے ذرا آپ تفصیل سنائیں۔''

''میں اور ایاز خالد صاحب سامنے والے کمرے میں بیٹھے اس کیس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے... آپ لوگوں کی باتیں بھی ہونے لگیں... کہ آپ لوگ کتنے اچھے...''

''آپ اس بات کو چھوڑیں... اور صرف اغوا کرنے والوں کے بارے میں بتائیں۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''اوہ جی ہاں... اچانک دروازے پر دستک ہوئی... ایاز صاحب کچھ تھکن محسوس کر رہے تھے، اس معاملے نے انہیں ذہنی طور پر تھکا دیا تھا... انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اٹھ کر دیکھ لوں کہ دروازے پر کون ہے... بس میں دروازے پر گئی... کھولنے سے پہلے میں نے پوچھا... باہر کون ہے... جواب ملا، ایاز خالد صاحب کا ایک دوست، بس میں نے دروازہ کھول دیا... یک دم چار غنڈے مجھے دھکا دے کر اندر داخل ہو گئے... ان میں سے ایک نے میری کن پٹی پر پستول کی نال لگا دی... ادھر ایاز خالد سکتے میں آ گئے تھے... تینوں نے انہیں جکڑ لیا... اور اٹھا کر باہر لے گئے... چوتھے نے جب مجھے زوردار دھکا دیا،

میں دور جا گری... اور وہ باہر نکل گیا... جانے سے پہلے وہ باہر سے دروازہ بند کر گیا... میں نے دروازہ پیٹ پیٹ کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا... یہ ہے کل کہانی۔''

''ہوں... آپ ان کے حلیے بتا سکتی ہیں۔''

''انہیں اچھی طرح دیکھنے کا موقع کب ملا ہے... بس میں اتنا بتا سکتی ہوں... ان کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں... شیو جیسے بہت دنوں سے نہیں کی ہوئی تھی... بال بڑھے ہوئے تھے... قد و قامت کے لحاظ سے لمبے چوڑے تھے... اور بس۔''

''خیر... آپ ایک طرف بیٹھ جائیں... ہمیں یہاں کچھ کام کرنا ہے... چلیے انکل...'' محمود نے کہا۔

اکرام اور اس کے ماتحت شروع ہو گئے... انہوں نے جوتوں کے نشانات اٹھائے اور تو وہاں کوئی چیز تھی نہیں... اکرام خود بھی جوتوں کے نشانات کا بغور جائزہ لے رہا تھا... اچانک اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

''اوہو... نشانات تو بھاگو کے جوتے کا ہے۔''

''کیا مطلب... بھاگو۔''

''ہاں! بھاگو۔''

''کیا وہ ہر وقت بھاگتا رہتا ہے۔'' فاروق نے پوچھا۔

''اوہو نہیں... بھاگ سے بھاگو... یعنی اچھے نصیب والا۔''

''کیا اچھا نصیب ہے اس کا... جرائم کرتا پھر رہا ہے۔''
پروفیسر داؤد نے سرد آواز میں کہا۔

''ہاں تو انکل... یہ بھاگ صاحب کون ہیں۔''

''ایک خطرناک غنڈہ... کئی بار کا سزا یافتہ... جیل سے بھاگا ہوا۔''

''لیکن آپ اس نشان کو دیکھ کر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کے جوتے کا نشان ہے... کیا وہ ایک ہی جوتا ہر وقت پہنے رہتا ہے... بدلتا نہیں۔''

''یہ بات نہیں...'' اکرام مسکرایا... انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔

''اب آپ بھی ابا جان کی نقل کریں گے... اس کام کے لیے کیا ہم کم ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اوہ سوری... بات دراصل یہ ہے کہ وہ ایک پاؤں پر زور نہیں دیتا... یا نہ ہونے کے برابر زور دیتا ہے... اس لیے اس کے ایک پاؤں کے جوتے کا نشان اس قدر ہلکا پڑتا ہے کہ اس سے ہلکا نشان پڑ ہی نہیں سکتا... اب آپ غور سے دیکھیں... یہ چیز صاف نظر آ رہی ہے۔''

وہ نشانات پر جھک گئے... اکرام کی بات بالکل درست تھی۔

''چلیے پھر... ایک تو کام کی بات معلوم ہوگئی... یہ ہمیں کہاں ملے گا۔''

''جب سے جیل سے بھاگا ہے ... کہیں نظر نہیں آیا... یہ پہلا موقع ہے ... کہ اس کے جوتے کا نشان دکھائی دیا ہے... ویسے جیل سے بھاگنے سے پہلے اس کا زیادہ تر اٹھنا بیٹھنا ہوٹل راگ میں تھا، اس واردات کے بعد تو اس کا وہاں ملنے کا امکان نہیں۔'' اکرام نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''تب پھر... آخر ہم اسے کہاں تلاش کر سکتے ہیں۔''

''اس کے لیے کچھ محنت کرنا ہوگی... اس کے چند قریبی لوگوں، دوستوں کو ٹٹولنا ہوگا۔''

''بھلا قریبی دوست کیوں اس کے بارے میں بتانے لگے۔''

''ہاں! یہ کام مشکل ضرور ہے... لیکن ناممکن نہیں... اور ہمیں ہر حال میں کرنا ہے... آیئے چلیں... یہ کام کر ہی ڈالیں... کہیں وہ ایاز خالد کو دور نہ لے جائے...'' اکرام نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''نن نہیں۔'' سلمیٰ نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

''آپ پریشان نہ ہوں...'' خان رحمان بولے۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے... اب ان کا رخ ہوٹل راگ کی طرف تھا۔

''آپ تو کہہ رہے تھے... اس کے ہوٹل راگ میں ملنے کے امکانات نہیں ہیں۔''

''لیکن اس کے دوست تو وہاں ملیں گے۔'' اکرام مسکرایا۔

''اوہ ہاں۔'' وہ بولے۔

اور پھر وہ ہوٹل راگ کے سامنے اترے.. اندر داخل ہوئے، ہوٹل کا ایک ملازم لپک کر ان کی طرف آیا:

''آیئے انسپکٹر صاحب... بہت مدت بعد آئے۔''

''جونی! یہ تم ہو... ابھی تک یہیں کام کر رہے ہو۔'' اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں! یہ بہت اچھا ہوٹل ہے... اور تنخواہ بہت زیادہ ملتی ہے۔''

''خوب... خوب... جونی... ہمیں رائٹ سے ملنا ہے۔'' اکرام نے سرسری انداز میں کہا۔

''جی کس سے ملنا ہے... رائٹ سے... وہ یہاں کہاں سر۔''

''تب وہ کہاں ملے گا... یہ بتادو۔''

''بھلا میں یہ کس طرح بتا سکتا ہوں سر... میں کیا جانوں... یہاں اس کا آنا جانا ہوتا تو فوراً بتا دیتا...''

''خوب! وہ کتنے دنوں سے یہاں نہیں آیا۔''

''جی... یہی کوئی چھ ماہ پہلے سے... اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔''

''جونی... کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم کہیں الگ بیٹھ کر باتیں

کرلیں، مجھے تم سے کچھ مدد مل سکے گی... ورنہ یہاں اور کوئی ایسا نظر نہیں آیا۔"

"یوں تو میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں سر... لیکن ہوٹل کا نیا مالک بہت سخت مزاج ہے... ایک منٹ کے لیے کوئی ادھر ادھر ہو جائے تو وہ ملازمت سے نکال باہر کرتا ہے... لہٰذا پہلے اس سے اجازت لینی ہوگی۔"

"کیا مطلب جونی... کیا اب ہوٹل راگ کے مالک مسٹر کراؤن نہیں ہیں۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں.. مسٹر کراؤن یہ ہوٹل فروخت کر کے کسی دوسرے ملک جا چکے ہیں... ان سے یہ ہوٹل مسٹر ٹالموٹ نے خرید لیا ہے۔"

"اوہ اچھا... بات اگر مسٹر کراؤن کی ہوتی... تب تو میں کہتا کہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں... میں مسٹر کراؤن سے خود بات کرلوں گا، لیکن اب معاملہ نئے صاحب کا ہے... خیر تم ان سے اجازت لے آؤ... ہم یہیں کھڑے ہیں۔"

"کھڑے نہ ہوں... اس طرف آجائیں... یہ میز خالی ہے۔"

"اچھی بات ہے... لیکن تم ذرا جلدی آنے کی کوشش کرنا۔"

"میں بس... ابھی آیا۔"

یہ کہہ کر وہ میز کی طرف چلا گیا۔

''ہوشیار۔'' اکرام نے دبی آواز میں کہا۔

''جی، کس سے ہوشیار ہونے کے لیے کہہ رہے ہے آپ۔''

محمود نے چونک کر اس طرف دیکھا:

''اس پورے ہوٹل میں... جونی خطرناک آدمی ہے... اوپر سے اس کا بیان ہے... ہوٹل کا مالک تبدیل ہو چکا ہے... یہ خطرناک بات ہے۔''

''لیکن ہمیں تو یہاں دور دور تک خطرے والی کوئی بات نظر نہیں آ رہی۔''

''میں اس ہوٹل کی تاریخ سے واقف ہوں... جب کہ آپ لوگ نہیں جانتے...''

''ہوٹل کی تاریخ ہے کیا۔''

''اس کا مالک ہمیشہ کوئی نامی گرامی بین الاقوامی شخص ہوتا ہے... ایسا کیوں ہے... یہ میں نہیں جان سکا۔''

''تو اب جان لیں گے...''

اسی قوت انہوں نے جونی کو آتے دیکھا... اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا، آتے ہی اس نے کہا:

''ہوٹل کے نئے مالک... مسٹر تالموٹ نے کہا ہے... آپ میری ڈیوٹی کے اوقات کے بعد مجھ سے ملاقات کریں... اس وقت

نہیں۔''

''لیکن ہم سے سرکاری کام ہے... سرکاری کام آپ کی ڈیوٹی کے اوقات کا پابند نہیں۔'' اکرام نے جل کر کہا۔

''دیکھیے... یہ میری ملازمت کا مسئلہ ہے... مجھے بہت زیادہ تنخواہ مل رہی ہے... لہٰذا آپ براہ راست مسٹر تالموٹ سے بات کر لیں... یا رات کے گیارہ بجے کے بعد آ جائیں... میری ڈیوٹی گیارہ بجے ختم ہو جائے گی۔''

''سوری! ہم ابھی بات کریں گے... کیا آپ نے انہیں بتایا نہیں تھا کہ ہمارا تعلق کس محکمے سے ہے۔''

''بتا دیا ہے... وہ کوئی اثر نہیں لے رہے... اب اس میں میرا کیا قصور۔''

''اچھی بات ہے... ہمیں مسٹر تالموٹ کے دفتر کا راستا بتا دیں۔''

''اسی منزل پر آخری کمرہ ان کا ہے۔''

یہ سن کر وہ آگے بڑھ گئے... کمرے کے دروازے پر پہنچے، وہاں باوردی اور مسلح ملازم چوکس کھڑے نظر آئے... ان کی آنکھوں میں نہ جانے کیا تھا... وہ خوف محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے...

''اب میں انکل کے خیال کی تائید کرتا ہوں۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''کک... کون سے خیال کی۔'' پروفیسر ہکلائے۔

''یہ کہ یہاں خطرہ ہے۔''

''ہوگا... ہمیں کیا لینا خطرے سے...'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''ہمیں مسٹر تالموٹ سے ملنا ہے...'' پروفیسر داؤد نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

''اپنے کارڈز دے دیں۔'' ایک نے کہا... وہ تین تھے...

''ضرور... کیوں نہیں۔''

پھر ان میں سے ایک کارڈ لے کر اندر چلا گیا... باقی اس طرح کھڑے رہے... ان کی نظریں انہی پر جمی تھیں... انہوں نے جان لیا کہ وہ نظریں ہٹانے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ آخر تیسرا باہر نکلا... اس نے کہا:

''جایئے جناب۔''

وہ اندر داخل ہوئے... اندر ماحول شاہانہ تھا... سائنسی آلات کی بھرمار تھی... وڈیو کیمرہ نصب تھے... گویا اپنے کمرے سے پورے ہوٹل کی نگرانی کرسکتا تھا... اس کی آنکھوں میں البتہ زیادہ تیز چمک تھی... پروفیسر داؤد نے جو اس کی آنکھوں کی چمک دیکھی تو پریشان ہو گئے اور بولے:

''میرا خیال ہے... ہمیں مسٹر تالموٹ کے پاس نہیں آنا

چاہیے تھا... کام تو ہمیں مسٹر جونی سے تھا۔"

"تشریف رکھیے... "انہوں نے تالموٹ کی آواز سنی...
ساتھ ہی انہیں ایک شدید جھٹکا لگا... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ
اچانک کسی دوسری دنیا میں پہنچ گئے ہوں۔



خفیہ پولیس

''فرمائیے! آپ کیا چاہتے ہیں، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔'' تالموٹ پھر بولا۔

انہیں پھر ایک جھٹکا لگا... لیکن وہ وجہ نہ جان سکے۔

''آپ ہمارے کارڈ دیکھ چکے ہیں، ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے... ایک کیس کے سلسلے میں ہمیں مسٹر جونی سے کام ہے، لیکن اس کا کہنا ہے... وہ ڈیوٹی ختم ہونے سے پہلے بات نہیں کرسکتا، ہمیں وقت نہیں دے سکتا... یا پھر آپ اجازت دیں... تب وہ بات کرسکتا ہے۔''

''بس... اتنی سی بات۔'' اس نے بھنا کر کہا۔

''جی ہاں! اتنی سی بات۔''

''یہ آپ کا اور اس کا معاملہ ہے... ڈیوٹی کے دوران اگر اس نے آپ سے ملاقات کی... تو میں اسے ملازمت سے نکال دوں گا... میں تو صرف اتنا جانتا ہوں۔''

''گویا آپ قانون کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔''

''میرا اور میرے ہوٹل کا جب اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں تو میں کیا کروں گا... کیوں کروں... یہ آپ بتائیں۔''

''اچھی بات ہے... ہم جاتے ہیں... اب ہم رات کے گیارہ بجے اس سے ملاقات کریں گے۔''

''آپ کے حق میں یہی بہتر ہوگا۔'' وہ پہلی بار مسکرایا۔

''شکریہ! مسٹر تالموٹ۔'' اکرام نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''خوب خوب۔'' وہ پھر مسکرایا۔

وہ باہر نکل آئے... باہر نکل کر انہوں نے سکون کا سانس لیا:

''یہ... یہ کیا تھا بھئی... اندر ہمیں کیا ہوگیا تھا۔'' پروفیسر نے لمبا سانس لیا۔

''شاید یہ شخص جادوگر ہے۔'' خان رحمان بڑبڑائے۔

''کیا ہم اسے قانوناً مجبور نہیں کر سکتے کہ یہ ہمیں جونی سے بات کرنے دے۔''

''ہاں کیوں نہیں... ایسا بھی کیا جا سکتا ہے... لیکن ہمیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے... ہم رات کے گیارہ بجے مل لیں گے... اس وقت ہم اور کام کر لیتے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''اس طرح بھاگو دور بھاگ جائے گا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اور ہم ایاز خالد کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔'' فرزانہ نے

اس کی تائید کی۔

''تب کیا ہم زبردستی اس سے ملاقات کریں۔''

''ہاں! بالکل۔''

''او کے... ابھی لیں۔''

یہ کہہ کر محمود نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... انہیں صورت حال بتائی... جلد ہی ہوٹل کو گھیر لیا گیا... ہوٹل کی تلاشی کے وارنٹ انہیں مل گئے... اب پھر انہوں نے مسٹر تالموٹ سے رابطہ کیا..

''ہاں مسٹر تالموٹ... اب کیا پروگرام ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''ہم نے ہوٹل کی تلاشی کے وارنٹ حاصل کر لیے ہیں... ہمارے خیال کے مطابق ایک شخص کو اغوا کر کے اس ہوٹل میں لایا گیا ہے...''

''کیا آپ لوگوں کو دماغ خراب ہے... اچھا جائیں... میں اجازت دیتا ہوں... کرلیں بات چیت جونی سے۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''اس سے ملاقات تو اب تلاشی کے سلسلے میں کر ہی لیں گے، تلاشی بھی لی جائے۔''

اس طرح میرے ہوٹل کی بدنامی ہوگی۔'' وہ غرایا۔

''اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں... آپ نے یہ موقع خود دیا

ہے۔"

"اوکے... آپ لوگ تلاشی بھی لے لیں اور جونی سے ملاقات بھی کر لیں... اس کے بعد میں اپنا کام شروع کروں گا... آپ لوگوں کو عدالت میں کھینچوں گا۔"

"آپ ایسا ضرور کریں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" محمود مسکرایا۔

اور پھر انہوں نے تلاشی شروع کی... پورے ہوٹل کی تلاشی لینا کوئی آسان کام نہیں تھا... کافی بڑا ہوٹل تھا... اکرام اور اس کے ماتحت اس کام میں ان کی مدد کر رہے تھے... انہوں نے ہوٹل میں موجود گاہکوں کو پریشان نہیں کیا تھا... تاہم تلاشی ان کی بھی لی گئی تھی... اس پر گاہکوں نے شور مچایا... احتجاج کیا... اور پکارے... آخر ہمارا کیا قصور ہے... انہیں سمجھا بجھا کر خاموش کیا گیا۔

تین گھنٹے گزرنے پر بھی انہیں وہاں سے کچھ نہ ملا... اب تو وہ پریشان ہو گئے... کیونکہ اس طرح تالموٹ اور زیادہ شور مچاتا... ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی... اس نے چونک کر سیٹ کان سے لگایا اور پھر اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی... دوسری طرف انسپکٹر جمشید بات کر رہے تھے...

"تالموٹ کے اپنے کمرے کی تلاشی کی ضرورت ہے... جب کہ اس کے کمرے کی تلاشی سرسری انداز میں لی گئی ہے۔"

''آپ... آپ کو کیسے معلوم... کہ ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں۔''

''بھئی تم بھول گئے... میں یہ کیس گھر بیٹھے حل کر رہا ہوں... میرا ایک آدمی تلاشی لینے والوں میں شامل ہے... اور اسی نے ہی مجھے تلاشی کی روداد سنائی ہے... اور میں نے یہاں بیٹھے اندازہ لگایا ہے کہ اگر تالموٹ کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی جائے تو ضرور کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔''

''لیکن ابا جان! ہمیں تالموٹ سے خوف محسوس ہوتا ہے.. وہ جادوگر قسم کا آدمی ہے۔''

''اوہ اچھا... تب پھر اب مجھے میدان میں آنا پڑے گا...'' وہ بولے۔

''جی کیا مطلب... کیا آپ اس کیس میں باقاعدہ دخل دے رہے ہیں۔''

''صرف تالموٹ کی حد تک... کہیں اس کا جادو تم پر نہ چل جائے۔''

''آپ کا مطلب ہے... اس سے نبٹ کر آپ پھر واپس چلے جائیں گے۔''

''ہاں بھئی! میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں... یہ کیس تم جو حل کرنا چاہتے ہو... میں تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتا... ویسے یہ

بات اچھی بھی ہے... انسان میں خود اعتمادی ضروری ہے... میری دعا ہے... تم مجھ سے پہلے اس کیس کے مجرم تک پہنچو۔"

"شکریہ ابا جان... ایسے لگتا ہے... ایسا ہوگا نہیں۔" محمود ہنسا۔

"دیکھا جائے گا... میں تم سے آگے نکلنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کروں گا... بس عام رفتار سے جو معلومات حاصل ہوں گی، ان سے نتیجہ نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

"لیکن اس طرح تو مزا نہیں آئے گا۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ زبردست طریقے سے کوشش کریں... جلد از جلد اس کیس کے مجرم تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"اگر تم یہ چاہتے ہو تو پھر میں پہنچ رہا ہوں۔"

"آجائیں پھر۔"

اور پھر انسپکٹر جمشید وہاں پہنچ گئے... اب وہ ان کے ساتھ تالموٹ کے کمرے کے دروازے پر پہنچے... ایک پہرے دار نے اندر جا کر تالموٹ کو ان کے بارے میں بتایا... پھر باہر نکل کر انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"آپ پورے ہوٹل کی تلاشی لے چکے ہیں... پھر اب میرے پاس کس لیے آئے ہیں۔"

''اس ہوٹل کے ایک کمرے کی تلاشی ہم نے نہیں لی۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

تالموٹ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... ادھر انسپکٹر جمشید کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... ان سب نے ان کے جسم کو جھٹکا لگتے صاف محسوس کیا... وہ گھبرا گئے۔

''آپ... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔''

''خاموش؟'' انسپکٹر جمشید نے عجیب سے انداز میں کہا۔

وہ سکتے میں آ گئے ... انسپکٹر جمشید کے چہرے کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی... پھر انہوں نے ان کی آنکھیں بند ہوتی دیکھیں... ادھر تالموٹ سانپ کی طرح پھنکارا:

''تم انسپکٹر جمشید ... تمہاری یہ جرأت کے میرے کمرے آ گئے... اب تمہاری سزا یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹو... لیکن یہاں نہیں... اپنے گھر جا کر... گھر جاتے ہی تم پہلا کام یہی کرو گے... ہاں تم نے سن لیا... میں نے تم سے کیا کہا ہے... جواب دو... میں نے تم سے کیا کہا ہے۔''

''ہاں! میں نے سن لیا... میں اپنے گھر جا کر اپنا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹوں گا..: پہلا کام یہی کروں گا۔''

''بالکل ٹھیک ... اب تم ہوش میں آ سکتے ہو ... مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن تم اپنے ان بے وقوف ساتھیوں کو ساتھ لے کر فوراً

یہاں سے نکل جاؤ گے... یہاں رکو گے نہیں... تم نے سنا۔''

''ہاں سنا۔''

''کھول دو آنکھیں۔''

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں... ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں... فوراً ہی وہ بولے:

''آؤ بھئی چلیں... یہاں نہیں ٹھہر سکتے ہم۔''

وہ فوراً ہی مڑے اور کمرے سے نکل گئے... انہوں نے ایک نظر تالموٹ پر ڈالی اور باہر کی طرف دوڑے۔

''دوڑو... جلدی۔'' محمود چلایا۔

وہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی طرف لپکے... وہ تیر کی طرح باہر کی طرف جا رہے تھے... لیکن دوڑ نہیں رہے تھے... اس لیے وہ ان سے آگے نکل گئے اور ان کی کار میں جا بیٹھے... کیونکہ انہیں بھی سیدھے اس کار میں آنا تھا اور پھر گھر جانا تھا...

''گھر پہنچنے میں کتنی دیر لگے گی...'' فرزانہ چلائی۔

''بیس منٹ۔''

''لیکن اگر میں ڈرائیونگ کروں تو زیادہ وقت لگ سکتا ہوں۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

''ٹھیک اس وقت رہے گا... جب ابا جان ایسا کرنے دیں..

اگرانہوں نے کہا... کار وہ چلائیں گے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

''اس سارے مسئلے کا حل ایک اور ہے ...'' ایسے میں پروفیسر داؤد چلائے۔

''جی... وہ کیا۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''یہ کہ میں انہیں بے ہوش کر دوں... ظاہر ہے... نہ وہ ہوش میں ہوں گے... نہ اپنے ہاتھ اپنے گلے کی طرف لے جائیں گے۔''

''لیکن ہم انہیں کتنی دیر تک بے ہوش رکھ سکیں گے بھلا۔''

''جونہی وہ ہوش میں آنے لگیں گے... میں انہیں بے ہوشی کی ایک اور خوراک سنگھا دوں گا... اتنی دیر میں تو تم کچھ سوچ ہی لو گے...''

''اوہ ہاں... واقعی۔''

ایسے میں انہوں نے انسپکٹر جمشید کو کار کی طرف آتے دیکھا۔ پروفیسر داؤد نے فوراً جیب میں سے ایک ننھی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھولا اور رومال پر وہ دوا لگائی جو اس میں تھی... شیشی بند کر کے جیب میں رکھ لی... اسی وقت انسپکٹر جمشید کار تک پہنچ گئے۔

''اس قدر تیز آنے کی کیا ضرورت تھی۔'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''جی بس... کار میں چلاؤں گا ابا جان۔'' محمود بولا۔

''ہاں ٹھیک ہے...'' وہ بولے۔ پھر جیسے اپنے آپ سے

بولے:

''لیکن ... ہوا کیا ... ہم وہاں سے اس طرح کیوں نکل آئے ... ہم تو اس کمرے کی تلاشی لینے گئے تھے ...''

''اس پر ہم بعد میں غور کریں گے جمشید۔'' خان رحمان نے کہا۔ اور انہیں گاڑی میں بٹھالیا، ساتھ ہی پروفیسر داؤد نے رومال ان کی ناک سے لگا دیا...

''ارے... ارے... یہ...''

اور پھر وہ بے ہوش ہو گئے... ساتھ ہی فرزانہ چلائی:

''پروفیسر انکل واجد کی طرف چلو... جلدی۔''

''اوہ ہاں... یہ ٹھیک ہے۔''

جلد ہی وہ پروفیسر واجد خان کی کوٹھی میں موجود تھے... پروفیسر واجد ان کے والد کے دوست تھے اور ہپناٹزم کے بہت بڑے ماہر تھے... انہوں نے جلدی جلدی ساری بات انہیں بتائی... وہ سن کر فکر مند ہو گئے اور بولے:

''اب تک آپ لوگوں نے جو کیا... وہ تو ٹھیک ہے... لیکن یونہی یہ ہوش میں آئیں گے... گھر کا رخ کریں گے۔''

''انہیں بے ہوش رکھنا مشکل نہیں ... آپ علاج کریں۔'' پروفیسر بولے۔

''میں علاج نہیں کرسکتا... تالموٹ کو ہی یہاں لانا ہوگا...

وہی انہیں ہدایات دے گا کہ یہ ان کی پہلی ہدایت پر عمل نہ کریں... اگر میں انہیں ہوش میں لانے کے لیے ہدایات دوں گا تو گڑبڑ ہو جائے گی اور یہ سخت خطرے میں ہوں گے۔"

"لیکن تالموٹ کیوں ایسا کرنے لگا۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"اسے گرفتار کرنا پڑے گا... زبردستی یہاں لانا ہوگا۔"

"لیکن جو اسے گرفتار کرنے جائے گا... وہ اسی پر ہپناٹزم کر دے گا... ہم اس کا کیا کر لیں گے... کیسے یہاں لائیں گے۔"

"میں جاؤں گا... گرفتار کرنے والوں کے ساتھ... آپ آئی جی صاحب کو ساری صورت حال بتائیں... وہ پولیس کا خاص دستہ بھیجیں۔" پروفیسر واجد نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں... صرف انہیں اطلاع دے دیتے ہیں... ہم یہ کام خفیہ فورس سے لے لیں گے۔"

"چلو پھر... جلدی کریں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

محمود نے آئی جی کو فون کیا، حالات بتائے، وہ سن کر گھبرا گئے:

"پھر اب کیا کرنا ہے۔"

"ہم تالموٹ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے... پولیس بھیج دیتا ہوں۔"

"پروفیسر واجد صاحب کا خیال ہے... جو اس کے نزدیک

جائے گا... وہ اس کو اپنے ہپناٹزم کے زیر اثر لے آئے گا۔"

"تب پھر؟"

"ہم خفیہ فورس کو لے جاتے ہیں... خفیہ طریقے سے اسے قابو میں کریں گے۔"

"ایسے کرلو... مجھے کوئی اعتراض نہیں... تم لوگوں کے سامنے جمشید پر ہپناٹزم کر کے انہیں خودکشی پر مجبور کرنے کا حکم دے کر وہ مجرم بن چکا ہے... تم نے اس کے الفاظ ریکارڈ کیے تھے نا۔"

"جی ہاں بالکل۔"

"بس تو پھر... اسے تو پکڑ کر جیل میں ڈالنا چاہیے۔"

"شکریہ سر... ہم اس کی طرف جا رہے ہیں... پروفیسر انکل، اور انکل خان رحمان ہمارے ساتھ ہیں۔"

"لیکن انسپکٹر جمشید کی حالت کیا ہے اس وقت۔"

"پروفیسر انکل نے انہیں بے ہوش کیا ہوا ہے۔"

"اوہ... یہ ٹھیک کیا... پروفیسر واجد کیا کہتے ہیں... ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں۔"

"جی نہیں... لیکن جونہی یہ ہوش میں آئیں گے... گھر کا رخ کریں گے... اس نے الفاظ یہ کہے تھے... آپ گھر جا کر اپنا گلا خود گھونٹیں گے۔"

"اللہ اپنا رحم کرے... جلدی کریں۔"

اور وہ حرکت میں آ گئے... خفیہ فورس نے خفیہ طور پر ہوٹل کو گھیر لیا... پھر ان میں سے چند عام لوگوں کے لباس میں ہوٹل میں داخل ہوئے اور سیدھے تالموٹ کے کمرے کی طرف بڑھے... پروفیسر واجد ساتھ تھے... البتہ محمود وغیرہ ساتھ نہیں آئے تھے... انہیں انسپکٹر جمشید کے پاس رکنا تھا... دروازے پر مسلح افراد موجود تھے... انہیں تو فورس کے کارکنوں نے فوراً ہی زد پر لے لیا... اور فائر کرنے کا موقع نہ دیا...

''اگر منہ سے آواز نکالی... تو ڈھیر کر دیں گے... ہمیں یہ حکم مل چکا ہے۔''

''کک... کون ہو تم لوگ۔''

''خفیہ پولیس۔''

''اوہ... نہیں۔'' وہ خوف زدہ انداز میں بولے۔

ان کا اسلحہ لے لیا گیا... اور جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا گیا... اس دروازے پر دباؤ ڈالا گیا... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا... پروفیسر واجد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... پروفیسر داؤد کا دیا ہوا ایک چھوٹا سا گیس بم اندر دے مارا... وہ پھٹا اور اندر گیس پھیل گئی۔ پروفیسر داؤد نے بتایا تھا کہ تین منٹ تک دروازہ بند رکھا جائے... پھر کھول کر تین منٹ تک انتظار کیا جائے... تب اندر داخل ہوں... انہوں نے ایسا ہی کیا... اندر داخل ہوئے تو تالموٹ بے ہوش پڑا تھا۔

''بھئی واہ... اللہ نے یہ کام تو آسان کر دیا۔'' پروفیسر واجد بولے۔

''اب اسے باندھ لیتے ہیں۔''

''پہلے اس کی آنکھوں پر ربڑ کا توبڑا چڑھا دو... تاکہ ہوش میں آنے کے بعد یہ آنکھوں سے کام نہ لے سکے...''

اب وہ اسے جکڑ کر تجربہ گاہ میں لے آئے... انسپکٹر جمشید کو بھی یہیں رکھا گیا تھا... انہوں نے تالموٹ کو دیکھا تو خوش ہو گئے۔

''اس طرح باندھ دیا جائے کہ یہ ہل نہ سکے... اور سوائے چھت کی طرف دیکھنے کے کسی اور طرف نہ دیکھ سکے۔'' پروفیسر واجد نے کہا۔

اسے ایک بڑی میز کے گرد لٹا کر اس طرح باندھ دیا گیا... یہاں اس قسم کے انتظامات پہلے ہی موجود تھے... اب گیس کا اثر دور کر دیا گیا... پروفیسر واجد نے دوسرے لوگوں کو کمرے سے نکال دیا.. کیونکہ کچھ لوگ آنکھوں کے بغیر بھی ہپناٹزم کے ماہر ہوتے ہیں... اس صورت میں وہ باقی لوگوں کو اپنے زیر اثر لا سکتا تھا... ادھر پروفیسر واجد کو اپنا خطرہ تھا... اگر تالموٹ ان سے زیادہ ماہر ثابت ہوا تو ان کی اور انسپکٹر جمشید کی جان جا سکتی تھی... لیکن یہ کام کرنا ہی تھا... انہوں نے اللہ کا نام لے کر توبڑا آنکھوں سے اتار دیا... ایسے میں تالموٹ کی آواز ابھری:

''میں کہاں ہوں... مجھے کس نے باندھا ہے... یہ سب کیا ہے۔''

پروفیسر واجد نے کوئی جواب نہ دیا... وہ اس کے سر کی طرف کھڑے تھے... ان کے ہاتھ میں ایک نشتر تھا، انہوں نے اس نشتر کے ذریعے اس کی کلائی پر ایک ٹیکہ لگا دیا... اس جگہ سے خون تیزی سے بہنے لگا... خون کے لیے نیچے برتن موجود تھے... وہ اس میں گرنے لگا...

''یہ... یہ کیا ہے... میں کلائی میں تکلیف محسوس کر رہا ہوں، یہاں مجھے کوئی نظر کیوں نہیں آ رہا۔''

پروفیسر واجد نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا... خاموش رہے... ادھر خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

''کوئی ہے یہاں... مجھے جواب دو... ورنہ میں اس جگہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔''

وہ اب بھی نہ بولے... خون بہہ رہا تھا... جلد ہی اس کی آواز میں کمزوری پیدا ہو گئی... خون نکلنے کی وجہ سے جسم میں حد درجے کمزوری ہو گئی... لیکن وہ اب خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا تھا... لہٰذا انہوں نے کچھ اور خون نکلنے جانے دیا... یہاں تک کہ اس کی آواز بہت زیادہ کمزور اور آہستہ ہو گئی... یوں لگتا تھا جیسے اب اس کے لیے بولنا بھی مشکل ہو گیا ہے... اب انہوں نے اس کی کلائی پر ٹیپ

لگا دی... خون بہنا بند ہو گیا... پھر وہ اس کی آنکھوں کے سامنے اپنا چہرہ لے آئے...

''یہ میں ہوں مسٹر تالموٹ... کیا تم مجھے ٹرانس میں لا سکتے ہو۔''

''مم... میں... آپ... کون ہیں۔''

''اس بات کو چھوڑو... کیا تم مجھ پر ہپناٹزم کر سکتے ہو۔''

''نن نہیں... میری تو جان نکلی جا رہی ہے۔''

''میں نے تمہاری کلائی کی رگ کاٹ دی ہے... تھوڑا بہت خون بہہ گیا ہے... اس کی وجہ سے تم کمزوری محسوس کر رہے ہو... لیکن تمہارے جسم میں یہ خون واپس ڈالا جا سکتا ہے... کلائی کا زخم بند کیا جا سکتا ہے... کیا تم ایسا چاہتے ہو۔''

''ہاں! کیوں نہیں... میں مرنا نہیں چاہتا۔''

''تب پھر اس کی ایک شرط ہے۔''

''اور... اور وہ کیا۔''

''یہ کہ تم انسپکٹر جمشید کو دیا ہوا حکم واپس لو۔''

''اچھی بات ہے... میں تیار ہوں۔'' اس نے کہا۔

''ادھر انسپکٹر جمشید موجود ہیں... اور اپنے ہوش میں ہیں..''

''میری آنکھیں ان کی طرف کر دی جائیں۔''

''یاد رہے... اگر تم نے کوئی غلط ہدایت دینے کی کوشش کی تو

میں کلائی پر لگائی ہوئی ٹیپ اتار دوں گا... خون پھر جاری ہو جائے گا اور تم ایک آدھ گھنٹے کے بعد دوسری دنیا میں پہنچ جاؤ گے۔"

"نن نہیں... میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"خوب! میں تمہارا سر ان کی طرف گھما رہا ہوں۔"

اب انہوں نے سر پر کسا ہوا تسمہ کھول دیا اور اس کا سر انسپکٹر جمشید کی طرف کر دیا گیا... اسے قابو میں کرنے کے بعد انہوں نے محمود کو ہدایت دی تھی کہ انہیں لے آئیں اور اب وہ اپنے ہوش میں تھے... لیکن انہیں باندھ دیا گیا تھا... اب تالموٹ نے ان کی طرف دیکھا:

"آپ سو جائیں انسپکٹر جمشید۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"میں نے آپ کو جو ہدایت دی تھی... میں وہ واپس لیتا ہوں... اب آپ گھر جا کر اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا نہیں گھونٹیں گے... کیا آپ نے سن لیا۔"

"ہاں! میں نے سن لیا۔"

"اب آپ ہوش میں آ جائیں... آپ میرے ٹرانس سے بالکل آزاد ہیں۔"

انہوں نے آنکھیں کھول دیں... اور حیران ہو کر بولے:

"یہ... یہ تو تالموٹ ہے۔"

"ہاں انسپکٹر جمشید۔"

''ارے آپ... آپ پروفیسر واجد۔''

''ہاں! یہ میں ہوں... ابھی آپ کو سب کچھ بتاتے ہیں... اندر آ جائیں بھئی۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے اس کے سر پر پھر تو بڑا چڑھا دیا۔

خفیہ کارکن اندر آ گئے... اور تالموٹ کو اٹھا کر لے گئے... اب انسپکٹر جمشید کو ساری بات بتائی گئی۔

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گئے...

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی... محمود نے ریسیور اٹھایا... دوسری طرف کی آواز سن کر وہ بری طرح اچھلا...



تب پھر....

دوسری طرف اکرام بات کر رہا تھا... وہ کہہ رہا تھا:

''ایاز خالد واپس آ گیا ہے۔''

محمود نے فون بند کر کے ان کی طرف دیکھا:

''کیس میں اب تیزی آتی جا رہی ہے... ایاز خالد صاحب واپس تشریف لے آئے ہیں... لہٰذا پہلے ان سے پوچھنا ہوگا... انہیں اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا تھا۔''

''آؤ پھر چلیں... جمشید تم آرام کرو۔'' خان رحمان بولے۔

''ہاں! ٹھیک ہے... اب تو یہ کیس تم ہی حل کرو گے... میں تو اب ویسے بھی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔''

وہ اسی وقت ایاز خالد کے گھر پہنچے... اس نے اداس انداز میں ان کا استقبال کیا...

''سنائیے... کیا گزری... وہ لوگ کون تھے۔''

''انہوں نے حلیے بدل رکھے تھے... چہروں پر میک اپ تھے... میں انہیں جانتا... اب اگر وہ اصل چہروں کے ساتھ میرے

سامنے آئیں تو میں بھلا کیسے پہچان سکوں گا۔''

''لیکن آپ نے ان کی آوازیں تو سنی ہوں گی... اس جگہ کو تو دیکھا ہے... جہاں وہ آپ کو لے گئے تھے... اپنی گاڑی میں بٹھاتے ہی انہوں نے مجھے کچھ سنگھا دیا تھا، میں مکمل طور پر بے ہوش ہوگیا تھا... آنکھ کھلی تو ایک کمرے میں تھا... اور وہ لوگ میرے سر پر موجود تھے... انہوں نے نہ تو کوئی بات کی... نہ مطالبہ... میری کسی بات کا جواب بھی نہ دیا... اور آج اچانک انہوں نے مجھے بے ہوش کر کے ایک سڑک کے کنارے چھوڑ دیا... ایک کار والا مجھے گھر پہنچا کر گیا ہے۔''

''کیا آپ سڑک کے کنارے ہوش میں آ گئے تھے؟''

''جب کار والے نے مجھے ہلایا جلایا... تو میں ہوش میں آ گیا تھا... میں نے اپنے گھر کا پتا بتایا اور وہ مجھے یہاں لے آیا۔''

''ہوں اچھا... اوہو... ہم اسے تو بھول ہی گئے۔'' ایسے میں فرزانہ اچھل کر بولی۔

''کسے؟''

''جونی کو۔'' وہ بولا۔

''اوہ ہاں... اس سے تو ہمیں بھاگو کا پتا پوچھنا تھا۔''

''کک... کیا نام بتایا۔'' ایاز خالد چونک کر بولا۔

''بھاگو... کیوں... کیا بات ہے۔''

''انہوں نے ایک دوسرے کے نام پوچھنے میں شاید احتیاط نہیں کی... ایک کے منہ سے نکلا تھا یار بھاگو... اب جانے بھی دو۔''

''اوہ... اوہ... آؤ بھئی چلیں۔''

وہ اسی وقت ہوٹل پہنچے... جونی کو قابو میں کرلیا گیا... تالموٹ تو اب وہاں تھا ہی نہیں... اس کی جگہ منیجر کام کر رہا تھا' فی الحال اس سے بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی... اس لیے وہ جونی کو ایک طرف لے آئے:

''مسٹر جونی... آپ کو پتا ہے... مسٹر تالموٹ کہاں ہیں۔''

''نن نہیں...'' وہ ہکلایا۔

''وہ اس وقت حوالات میں ہیں... اور بہت بری حالت میں ہیں... اگر تم نے ہمارے سوالات کا جواب نہ دیا تھا تو ہم تمہیں بھی اس کے پاس پہنچا دیں گے۔''

''نن... نہیں...''

''تب پھر ہمیں بھاگو کے بارے میں بتاؤ۔''

''میں نہیں جانتا۔''

''اب تمہیں کمرہ امتحان تک لے جانا ہوگا... وہاں تمہیں فوراً یاد آجائے گا کہ بھاگو کہاں ملے گا۔''

''یہ کمرہ امتحان کیا ہوتا ہے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے... تم ہنس رہے ہو، اس لیے کہ تم

نے تالموٹ کا حال نہیں دیکھا۔"

"ان کا حال بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

"خیر تو ہے... بہت بے فکر نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں! جانتا ہوں... تم میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"اوہو! ایسی کون سی بات ہوگئی... جب کہ ہم تالموٹ تک کا بال بیکا کر چکے ہیں۔"

"وہ تالموٹ ہیں اور میں جونی... مجھ میں اور ان میں بہت فرق ہے۔"

"ارے تو کیا تم اس سے بڑے ہو۔"

"نہیں... لیکن میں اور چیز ہوں، وہ اور چیز۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... چلو بھئی... ذرا ان صاحب کو کمرہ امتحان کی ہوا کھلا دیں۔"

"ضرور... ضرور۔" جونی ہنسا۔

وہ اس کی بے خوفی پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے... آخر وہ کمرہ امتحان میں لے آئے... اسے ایک مشین میں کسا گیا... بٹن دبایا گیا... اس کی چیخیں شروع ہوئیں... لیکن اس نے منہ نہ کھولا...

"ارے بھئی... تم تو واقعی سخت ہو۔"

''یہی بات میں اس وقت کہہ رہا تھا... لیکن جب یہاں آپ لے آئیں گے تو مشینی داؤ بھی آزمالیں ذرا۔''

''شروع کرو بھئی... یہ صاحب یوں نہیں مانیں گے۔'' محمود نے کمرہ امتحان کے انچارج سے کہا۔

''گویا گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ہر بات میں محاورہ گھسیڑ نے کی کوشش نہ کیا کرو۔'' فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

''تو کیا میں پہلے تم سے پوچھا کروں... کون سی بات میں محاورہ شامل کروں اور کون سی بات میں شامل نہ کروں۔''

حد ہوگئی... ہے کوئی تک۔''

ادھر جونی کی چیخیں شروع ہوگئیں... یہاں تک وہ بے ہوش ہوگیا لیکن اس نے کچھ نہ بتایا... ہوش میں لانے کے بعد باری باری سبھی مشینوں میں کسا گیا، اس نے زبان نہ کھولی... یہاں تک وہ تھک گئے...

''اب کیا کریں... یہ صاحب تو چکنے گھڑے ہیں۔'' محمود بولا۔

''خیال رہے... یہ محاورہ میں نے نہیں بولا۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

وہ مسکرا دیے... آخر محمود نے کہا:

''اسے خفیہ ٹھکانہ نمبر ایک پر لے جانا ہوگا... وہاں یہ فرفر بولے گا۔''

''چلو پھر یہی کر لیتے ہیں۔''

اب اسے عمارت نمبر ایک میں لایا گیا... یہاں زبان کھلوانے کے انسپکٹر جمشید کے اپنے طریقے مقرر تھے... اسے ایک میز پر لٹا کر تسموں سے کس دیا گیا... ایسے میں اس نے کہا:

''تم کچھ بھی کر لو... میں زبان نہیں کھولوں گا۔''

''او کے... تم زبان بند رکھنے کی کوشش جاری رکھو... ہم اگلوانے کی...'' فاروق نے اسے گھورا۔

اب اس پر پہلا طریقہ آزمایا گیا... زنجیر سے بندھا ایک گھڑیال اس کے عین سر کے اوپر آ کر رکا... اس میں سے ٹن ٹن کی آواز شروع ہوگئی...

''یہ... بس یہ گھنٹا ٹن ٹن کرتا رہے گا اور کچھ نہیں ہوگا، اس میز پر۔''

''ہاں! صرف یہی ہوگا۔''

''تب تو میں قیامت تک نہیں بولوں گا۔''

''قیامت تو بھئی نہ جانے کب آئے... ہم اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتے... مہربانی فرما کر کچھ کم کرو۔''

''ناکام رہیں گے... ناکام۔'' وہ ہنسا۔

''آؤ بھئی چلیں... اب ہمیں آرام کرنا ہے... ان صاحب کو بھی آرام کرنا ہے... مسٹر جونی... جب آپ کا رادہ زبان کھولنے کا ہو... آواز دے لیجئے گا... ہم آجائیں گے۔''

''وہ وقت نہیں آئے گا... آپ تھک جائیں گے۔''

''خیر تھکنے کے بعد آجائے گا... کوئی بات نہیں۔'' فاروق نے خوش ہوکر کہا۔

''حد ہوگئی... غلط سمجھے... تھکنے کے بعد بھی ناکام رہیں گے آپ لوگ۔''

''خیر خیر کوئی بات نہیں۔''

اور وہ باہر نکل آئے... کمرہ امتحان کے انچارج کو سمجھا کر وہ وہاں سے نکل آئے۔

''اب اس کے بولنے کا انتظار کون کرے... ہم ذرا شیخ بابر کے بیٹے شیخ جابر سے مل آتے ہیں... ان سے بھی تو یہ پوچھنا ہے کہ ان کے والد سے کسی کی کوئی دشمنی تو نہیں تھی۔''

''ہاں بالکل... وہاں تو جانا چاہیے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''کیا ہم غلطی نہیں کر رہے۔'' ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

''جی... کیا مطلب؟'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''مطلب یہ کہ ہم مسٹر تالموٹ کو کیوں بھول گئے... اب تو وہ ہمارے قابو میں ہے۔''

''وہ اب بھی اپنی ہپناٹزم کی طاقت سے کام لے سکتا ہے... جب تک اس کی اِس صلاحیت کو ختم نہیں کر دیا جاتا، اس وقت تک اس سے ملاقات کرنا خطرناک ہے۔''

''ارے باپ رے...'' فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

''کیا بات ہے... یک دم اس قدر بوکھلانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''ہم نے حوالات کے نگرانوں کو اس کے بارے میں خبردار نہیں کیا... جونہی اس کی حالت سنبھلے گی... وہ اپنا وار کر ڈالے گا۔''

''ارے باپ رے۔''

وہ بھاگ کھڑے ہوئے... خفیہ فورس کی اپنی حوالات تھی... اس کی نگرانی بھی فورس کے ارکان ہی کرتے تھے... جونہی وہ عمارت میں داخل ہوئے... سکتے میں آ گئے... ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے...



شہر کی ایک بڑی عمارت کے ایک کمرے میں اس وقت ایک سیاہ پوش آرام کرسی میں ہلکورے لے رہا تھا... اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ایک موٹا سا سگار تھا... سگار سے دھواں لہریں لیتا ہوا اٹھ

رہا تھا... اچانک دروازہ کھلا اور ایک غنڈہ صورت آدمی اندر داخل ہوا:

''بہت دیر لگا دی... الو...... کہو... کیا رپورٹ ہے۔''

''ان لوگوں نے جونی کو پکڑ لیا ہے... وہ محکمہ سراغرسانی کے ایک کمرے میں اسے لے گئے تھے... شاید زبان کھلوانے کے لیے... لیکن آپ جانتے ہیں... جونی کی زبان کھلوانا آسان نہیں... اب وہ اسے ایک اور عمارت میں لے گئے ہیں۔''

''گویا وہ اس کی زبان کھلوا کر رہیں گے۔''

''میرا خیال تو یہ ہے کہ نہیں کھلوا سکیں گے... میں جونی کو جانتا ہوں...''

''لیکن تم انسپکٹر جمشید کو نہیں جانتے... اس کے طریقوں کو نہیں جانتے... میرا خیال ہے... وہ جونی کی زبان کھلوا لیں گے۔''

''تب پھر؟''

'''جاؤ... جونی کو ختم کر دو۔''

''جی... کیا کہا... آپ نے... میں جونی کو ختم کر دوں... اپنے دوست کو۔''

''اگر تم نے اسے ختم نہ کیا تو وہ... ہم سب کو ختم کرا دے گا۔''

''وہ اتنا کمزور نہیں... زبان نہیں کھولے گا۔''

''اور میرا دعویٰ ہے... اس کی زبان کھل جائے گی۔''

''اس صورت میں میں اسے ختم کر دوں گا۔''

"بہت خوب بھاگو... جاؤ... اگر وہ کچھ بتانے لگے... تو اسے ختم کر دو... اس طرح کوئی تمہارا سراغ نہیں لگا سکے گا... اگر تم نے وہاں کوئی اپنا سراغ چھوڑا تو وہ لوگ بھی تم تک پہنچ جائیں گے... تم اس عمارت کو دیکھ چکے ہو... تم ہر طرح سے ماہر ہو... اس تک پہنچ جاؤ گے... بس جاؤ۔"

"او کے سر... اگر جونی ہمارے لیے خطرہ بن چکا ہے... تب میں اسے ضرور ختم کروں گا... آپ جانتے ہیں... بھاگو ناکام نہیں لوٹتا۔"

"ہاں! بالکل جانتا ہوں... اسی لیے تو تم میرے دائیں بازو ہو... لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں یا تم... ورنہ باقی لوگوں کے سامنے تو تم صرف ایک بھاگو ہو... جیل سے بھاگے ہوئے ایک عام سے غنڈے۔"

"یس سر... آپ ٹھیک کہتے ہیں... میں جا رہا ہوں... اب جونی کو ختم کر کے لوٹوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے بھاگو کمرے سے نکل گیا۔



دھماکا

شیخ جابر نے انہیں حیران ہو کر دیکھا:

''آپ... آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔''

وہ اس وقت اس کی مل کے دفتر میں تھے۔

''اجازت لے کر۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے... میرا مطلب ہے، یہاں کیسے تشریف لائے...''

''آخر ہم آپ کے کیس پر کام کر رہے ہیں۔''

''اس سلسلے میں آپ گھر تو آ چکے ہیں۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا، جب تک کیس کا مجرم پکڑا نہیں جاتا، اس وقت ہمیں ہر متعلقہ آدمی کے پاس بار بار آنا جانا پڑے گا... اگر آپ کو ہماری آمد سے الجھن محسوس ہوئی یا آپ کی مصروفیات میں ہم آڑے آتے ہیں تو معافی چاہتے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں... تشریف رکھیے۔''

اور پھر وہ سب بیٹھ گئے...

''فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''آپ کے والد شیخ بابر اور ایاز خالد کے والد خالد خان سگے بھائی تھے۔''

''یہ کہانی اب مجھ تک پہنچ چکی ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''پہلے وہ شہر میں رہنے لگے... پھر اپنے بال بچوں کو لے کر ایک گاؤں میں چلے گئے.. انہوں نے باقی زندگی گاؤں میں ہی گزاری' انہوں نے گاؤں والوں کو شہر کی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا... کیا آپ ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں... یعنی اپنے چچا کے بارے میں۔''

''جب سے ہم نے ہوش سنبھالا... کسی چچا کو نہیں دیکھا۔'' شیخ جابر نے کہا۔

''آپ کی والدہ حیات ہیں۔''

''جی ہاں بالکل۔''

''ان سے بھی ہمیں اس بارے میں سوالات کرنا ہوں گے۔''

''گھر آجایئے گا۔'' وہ بولا۔

''جی ہاں... بالکل... وہیں آکر بات کریں گے... آپ کتنے بھائی بہن ہیں۔''

''میں اکیلا ہی ہوں... اپنے والد کی اکیلی اولاد۔''

''اوہ اچھا... گویا اس پوری مل کے آپ مالک ہیں۔''

''لیکن اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ ہاں واقعی۔'' فاروق بولا۔

''ہمیں آپ کی انگلیوں کے نشانات درکار ہیں... کیا آپ دینا پسند کریں گے۔''

''انگلیوں کے نشانات۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں...'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''لیکن کس سلسلے میں؟''

''کیس کے سلسلے میں۔'' فاروق پٹ سے بولا۔

خان رحمان اور پروفیسر داؤد مسکرانے لگے۔

''لے لیجئے... کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔''

''دیکھیے آپ ہم سے یہ سوال نہ کیجئے... ہمارا کام کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہے۔''

''اچھی بات ہے... لے لیجئے نشانات... کوئی اعتراض نہیں، شام کو گھر آ کر والدہ سے سوالات بھی کر لیجئے... لیکن میرا خیال ہے... آپ اس معاملے میں اصل آدمی کی طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے... ایاز خالد؟'' محمود نے اسے گھورا۔

''جی ہاں۔'' وہ تڑ سے بولا۔

''ہم ان کی طرف بھی پوری توجہ دے رہے ہیں۔''

''او کے...''

''اب ہم چلتے ہیں... کپڑے کی صنعت میں آپ کا کوئی دشمن تو نہیں۔''

''ایسے آثار تو نہیں ہیں... کوئی خفیہ دشمن ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔''

''آپ کے کپڑے کی کامیابی کی وجہ سے کسی مل کو خاص نقصان تو نہیں پہنچا۔''

''ایسی بھی کوئی بات نہیں۔''

اور پھر وہ باہر نکل آئے... اب محمود نے خان رحمان سے کہا:

''کپڑے کی سب سے بڑی دکان پر آپ ضرور جاتے رہے ہوں گے... کیونکہ ظہور آئے دن آپ کے سوٹ جلاتا رہتا ہے۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔''

''فون کر کے اس سے پوچھیں... شیخ بابر مل کے کپڑے کا کیا حال ہے... اور یہ کہ اس کے کپڑے کی وجہ سے کسی کپڑے کی مارکیٹ تو خراب نہیں ہوئی۔''

''اچھا۔'' انہوں نے کہا اور فون کرنے لگے... پھر فون بند کر کے ان کی طرف مڑے...

''ایسی کوئی بات نہیں ہے... شیخ بابر مل کا کپڑا اگرچہ اچھا

جا رہا ہے... لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ اس کی وجہ سے کسی کو کوئی خاص نقصان پہنچا ہو۔"

"او کے... اب ہم شام کو ان کے گھر جائیں گے... ارے ہاں... ہم نے عمارت نمبر 1 کی رپورٹ نہیں لی۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

اب محمود نے عمارت کے نمبر ملائے... دوسری طرف سے انچارج نے کہا:

"وہ بری طرح چیخ رہا ہے... کہہ رہا ہے... مجھے کھول دو.. میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"بہت خوب! ہم آرہے ہیں.. آپ ابھی اسے نہ کھولیں۔"

"ٹھیک ہے..." وہ بولا۔

اور پھر وہ خفیہ عمارت کے سامنے پہنچ گئے... عین اس لمحے فرزانہ کو عجیب سا احساس ہوا... اس نے دبی آواز میں کہا:

"میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

"اوہو اچھا... کہاں ہے وہ۔" فاروق نے چونک کر کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"سنجیدگی... میں نے ایک کار درختوں کے درمیان چھپی دیکھی ہے... ڈرائیور اس میں بالکل تیار بیٹھا ہے... پچھلی سیٹ پر کوئی نہیں ہے... تو کیا کوئی اس کار سے نکل کر اس خفیہ عمارت میں گیا

ہے۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

پھر محمود نے جلدی سے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا... فوراً ہی انہوں نے قدموں کی آواز سنی، انچارج نے دروازہ کھولا:

''اندر سب خیریت تو ہے نا۔''

''ہاں بالکل۔'' اس نے کہا۔

''کوئی اس طرف آیا تو نہیں۔''

''نہیں...''

''لیکن ہم نے کچھ دور ایک کار درختوں کے درمیان دیکھی ہے۔''

''کوئی بات نہیں، آئے گا تو چوہے کی طرح پھنس جائے گا.. ہر طرح کے انتظامات یہاں ہر وقت مکمل رہتے ہیں۔'' وہ مسکرایا۔

''لیکن اگر وہ اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو؟'' خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے... آپ فکر نہ کریں... یہ عمارت کوئی عام عمارت نہیں ہے... کوئی اندر داخل ہو گا تو؟''

''اس کا مطلب ہے، اس کا مطلب ہے، اس عمارت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں... اور جسے اس عمارت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، وہ اندر داخل ہونے پر صرف اور صرف مشکل میں پھنس سکتا

ہے... لہٰذا ہم باہر ہی رک کر اس کے پھنسنے کا انتظار کر لیتے ہیں۔"

"تب پھر ہم ذرا کار کی طرف ہو آئیں۔" محمود نے کہا۔

"اوہ ہاں! اس کے فرار کا راستا بھی بند کر دینا چاہیے۔"

"انکل پھر آپ یہیں ٹھہریں۔"

"نہیں بھئی.. ہم بھی ساتھ چلیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"آیئے پھر۔"

وہ چکر کاٹ کر کار کے عقب میں پہنچ گئے... ڈرائیور پوری طرح چوکنا تھا... محمود نے ایک کنکر اٹھا کر کار پر اچھال دیا... کنکر ٹھک کر کے اس کی چھت پر گرا... ڈرائیور بری طرح چونکا... وہ فوراً باہر نکلا... اس وقت تک وہ درختوں کے پیچھے چھپ چکے تھے۔

ایسے میں ایک چھوٹا سا پتھر اس کی پیشانی پر لگا... وہ لڑکھڑایا، لیکن پھر سنبھل گیا... اب اس کے چہرے پر خوف نظر آنے لگا تھا... اس نے فوراً جیب سے پستول نکال لیا... ساتھ ہی ایک درخت کی اوٹ لے لی...

عین اس لمحے محمود نے ایک فائر کار کے ایک ٹائر پر کیا... ٹائر دھماکے سے پھٹا... وہ درخت کے پیچھے ہوتے ہوئے بھی بری طرح اچھلا... پھر اس نے اپنے اندازے کے مطابق ان کی طرف فائرنگ شروع کر دی...

"فائرنگ کی آواز اس کے ساتھی تک پہنچ چکی ہے... ایسے

میں کیا وہ عمارت سے نکلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔'' فرزانہ سرگوشی کی۔

''عمارت اسے نکلنے دے گی تو وہ نکلے گا نا۔'' محمود مسکرایا۔

''اس کا مطلب ہے... ہم... ہم اس کی طرف توجہ دیں... عمارت والے کو عمارت دیکھ لے گی۔'' فاروق مسکرایا۔

''ہاں بالکل... اوہو... وہ کھسک رہا ہے... لیکن ہم اسے بھاگنے نہیں دیں گے۔''

اب وہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف بڑھنے لگے... ادھر وہ سڑک کی طرف جا رہا تھا... یہ محسوس کر کے محمود نے استا کاٹا اور اس سے پہلے سڑک پر پہنچ گیا... سڑک کے کنارے ایک رخت کی اس نے اوٹ لے لی... پھر جونہی وہ سامنے آیا... اس نے اس کے ہاتھ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا... پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

''خبردار! اب تم بھاگ نہیں سکتے...'' محمود نے بلند آواز میں کہا۔

اس کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... وہ اس کی طرف بڑھے اور سے باندھ دیا گیا...

''عمارت کی طرف چلو.. تمہارا ساتھی عمارت میں کیا کرنے گیا ہے۔''

''وہ.. وہ جونی۔'' اس نے کہنا چاہا۔

''کک... کیا کہا... جونی... تو تم لوگوں کو معلوم ہے کہ جونی اندر ہے؟''

''ہاں!'' اس نے سر ہلایا۔

''تو تم جونی کو چھڑانے آئے تھے۔''

''نن... نہیں... ہاں... ہاں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''تم نے نہیں کہا ہے یا ہاں۔''

''نن... نہیں... ہاں۔''

''اس کا مطلب ہے، تم نہیں بھی کہنا چاہتے ہو اور ہاں بھی۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''ہاں۔'' وہ بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی... بھئی ایک بات کہو۔''

''وہ... وہ جونی کو۔'' اس نے خوف کے عالم میں کہا۔

''ہاں ہاں... وہ کہو... ڈرو نہیں۔''

''وہ جونی کو ہلاک کرنے کے لیے عمارت میں گیا ہے۔''

''بہت خوب... اس 'وہ' کا کیا نام ہے۔''

''وہ... اس کا نام بھاگو ہے۔''

''ارے واہ... پھر تو مزا آ گیا... اس کی تلاش میں تو ہم اب تک بھٹک رہے تھے... چلو اچھا ہے... وہ خود ہمارے پاس پہنچ گیا... اللہ ایسے مجرم سب پولیس والوں کو دے... جو خود ہی آ جاتے ہیں گرفتار

ہونے کے لیے۔" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"یار فاروق کبھی تو اپنی زبان کو روک لیا کرو۔" محمود جھلا اٹھا۔

"یہ لو... روک لی... تم بھی کیا یاد کرو گے... کہ کسی نے زبان روکی تھی... اب میں اس وقت تک نہیں بولوں گا... جب کہ تم خود بولنے کے لیے نہیں کہو گے... ہاں اور کیا... کیا خیال ہے پروفیسر انکل اور خان رحمان..."

"دھت تیرے کی... یہ تم چپ ہوئے ہو۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

ایسے میں عمارت کے اندر دھماکا ہوا...



ہائیں... تت... تو

وہ عمارت کی طرف دوڑ پڑے... پھر فرزانہ چلائی:

''ارے ارے! ہم اسے بھولے جا رہے ہیں۔''

انہوں نے یک دم مڑ کر دیکھا تو وہ غائب تھا۔

''وہ کسی درخت کے پیچھے چھپ گیا ہے... کیا کریں۔''

''فاروق! تم اسے دیکھو... ہم اندر جاتے ہیں۔''

''مم... میں اکیلا...'' فاروق ہکلایا۔

''ہاں! کیوں ... کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ایک کار ڈرائیور کے مقابلے میں بھی نہیں آ سکتے۔''

''وہ ایک جرائم پیشہ آدمی کی کار کا ڈرائیور ہے... عام آدمی ہوگا تو نہیں... اچھا خیر... تم جاؤ... میں اسے دیکھتا ہوں... ویسے ہو سکتا ہے... وہ مجھے دیکھنا شروع کر دے۔''

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر کہا اور عمارت کی طرف دوڑنے لگا... تینوں اس کے پیچھے دوڑنے لگے...

ادھر فاروق اس سمت میں مڑا:

"تم کہاں ہو بھئی... میرے پلے کیوں پڑ گئے..." فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہاہاہا۔" وہ سامنے آتے ہوئے ہنسا۔

"کس خوشی میں ہنس رہے ہیں آپ۔"

"تمہارے ساتھی تمہیں پھنسا کر چلے گئے ... میں راڈر ہوں۔"

"راڈر... یعنی راڈ سے راڈر۔"

"پتا نہیں میں راڈ سے راڈ سر ہوں یا راڈر سے راڈ ہوں... بس میں راڈر ہوں۔"

"لیکن آپ یہ بات مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"بھیگی بلی کے بچے... وہ راڈر ہوں جس سے جونی جیسے کی جان جاتی ہے... جس سے بھاگو بھاگتا ہے..."

"لل... لیکن ابھی ابھی آپ بری طرح ہکلا رہے تھے۔"

"ایکٹنگ کر رہا تھا... ورنہ میں اکیلا تم سب پر بھاری ہوں۔"

"کک... کتنا وزن ہے آپ کا۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"نکل گئی جان... " وہ اس کی طرف بڑھا۔

"دیکھی نہیں۔" فاروق نے کانپ کر کہا۔

''کیا نہیں دیکھی۔''

''جان... جو نکل گئی... نکلتے ہوئے نظر نہیں آئی۔''

''پاگل تو نہیں ہو۔''

''اکثر لوگ میرے بارے میں اس خوش فہمی مبتلا ہو جاتے ہیں۔''

''لیکن آج تم میرے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مار کھاؤ گے۔'' راڈر ہنسا۔

''بھئی آپ کا تو نام ہی اتنا خوفناک ہے۔''

''اب پتا ہے... کیا ہوگا۔''

''میں نجومی نہیں ہوں... نہ غیب کا علم جانتا ہوں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''ہے کوئی تک اس بات میں۔''

''یہ ضروری نہیں کہ ہر بات میں کوئی تک بھی ہو۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اب میں تمہاری بے کار باتیں نہیں سن سکتا۔''

''تو بھائی کان بند کر لو۔''

''میں تمہاری زبان کیوں نہ بند کر دوں۔''

''اگر تم ایسا کر سکو تو میرے بھائی تمہارا شکریہ ادا کریں گے۔''

''تم تو میرا دماغ خالی کر دو گے۔''

''ہاں! میرے بارے میں لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ میں ان کے دماغ خالی کرتا ہوں۔''

''اب میں اور برداشت نہیں کر سکتا۔''

''تب پھر... میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''ایسی خوفناک باتیں تو نہ کریں۔''

اور پھر اس نے تلملائے ہوئے انداز میں فاروق پر خونی انداز میں چھلانگ لگا دی ... فاروق حیرت زدہ رہ گیا ... کیونکہ چھلانگ بہت ماہرانہ انداز میں لگائی گئی تھی... اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی چھلانگ سے بچ نہیں سکتا تھا اور جواب میں پورے زور سے درخت سے ٹکرا گیا تھا... دوسرے لمحے اس کا منہ بھی مارے حیرت کے کھل گیا... آنکھوں میں خوف بھی نظر آیا:

''یہ... یہ کیا ہوا؟''

''کیا بات ہے... آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔''

''تم... تم میری چھلانگ سے کس طرح بچ گئے؟''

''بھئی اپنی چھلانگ سے پوچھو... میرے پیچھے کیوں پڑے ہو۔''

"او کے... اب میں تمہیں راستا بتاؤں گا۔"

"کیا وہ راستا بھی چھلانگ کے ذریعے بتائیں گے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں... اب میں چھلانگ نہیں لگاؤں گا... تمہیں گھیر کر ماروں گا۔"

"اس کے لیے پہلے گھیرنا پڑے گا آپ کو۔" فاروق ہنسا۔

"تم فکر نہ کرو... مجھے گھیرنا آتا ہے... لو خود کو بچا سکتے ہو بچالو... ادھر بھاگو تمہارے ساتھیوں کو تگنی کا ناچ نچا رہا ہو گا۔"

"کیا واقعی... میرا مطلب ہے... اسے یہ ناچ نچانا آتا ہے۔"

"ہاں! آتا ہے... بلکہ وہ ماہر ہے اس کام کا... باس نے اسے ایسے ہی تو نہیں بھیج دیا۔"

"اوہ اچھا... تو تم لوگوں کا کوئی باس بھی ہے... بھئی واہ... پھر تو خوب رہے گی۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"باس تم جیسے لوگوں کو گھاس نہیں ڈالتا... فکر نہ کرو۔"

"ارے تو کیا تم مسٹر تالموٹ کی بات کر رہے ہو۔"

"وہ جادوگر... ہپناٹزم کا ماہر... اس جیسے تو نہ جانے کتنے اور چوہے باس کے ملازم ہیں۔"

"اف! چوہوں کو ملازم رکھنا کوئی اچھی بات تو نہیں۔"

فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''میرے نزدیک اچھی بات یہ ہے کہ میں تمہاری چٹنی بنادوں۔'' وہ غرایا۔

''چلو پھر ایسا کرلو... اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں۔''

''یہاں اندھا کہاں سے نکل آیا۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہم دراصل محاورات کے کھلاڑی ہیں... کہیں ضرورت ہو نہ ہو، بس محاورہ گھسیڑ دیتے ہیں، لہٰذا تم فکر نہ کرو.. ویسے اس وقت اس محاورے کا مطلب یہ ہے کہ میں خود اپنی چٹنی بنوانا چاہتا ہوں... بہت دن ہو گئے اپنی چٹنی کھائے ہوئے۔''

''معلوم ہو گیا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''شکریہ... تمہیں کچھ معلوم تو ہوا۔'' فاروق دانت نکال دیے۔

''لیکن تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کیا معلوم ہو گیا۔''

''معلوم یہ ہو گیا کہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ بے کار اور نکمے تم ہو... اس لیے تمہارے ساتھی تمہیں یہاں چھوڑ گئے ہیں، تا کہ تم میرے ہاتھ سے خوب مار کھاؤ۔''

''اب تک تم نے صرف باتیں کی ہیں... یا پھر ایک چھلانگ لگائی ہے اور بس۔''

''نہیں میں تمہیں گھیر رہا تھا... گھیر چکا ہوں۔''

''لیکن ہم تو وہی کھڑے ہیں... جہاں گھیرنے کی بات سے پہلے کھڑے تھے۔''

''اس وقت تک میرے ساتھی نزدیک آ چکے ہیں... اور اب تم پوری طرح ان کی زد پر ہو... یقین نہیں آیا تو چاروں طرف ایک نظر ڈال لو... کم از کم چار درختوں کے پیچھے سے تمہیں پستولوں کی نالیں جھانکتی نظر آئیں گی اور اب میرے ایک اشارے کی دیر ہے... تم پانی بھرتے نظر آؤ گے۔''

''یہ جان کر خوشی ہوئی۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس بات کی کہ میں پانی بھرتا نظر آؤں گا... مطلب یہ کہ نظر نہ آؤں گا... جب تم نظر بھی نہیں آؤ گے۔''

''یہ صاحب یوں نہیں مانیں گے بھئی... انہیں نمونہ دکھا ہی دو کہ میں کیا ہوں۔''

''ہائیں... تت تم... تو کیا... تت... تم... تم۔'' فاروق کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

فاروق کے ان الفاظ کے ساتھ ہی چار فائر ہوئے... لیکن یہ فائر عجیب قسم کے تھے... فاروق نے خود کو گرا کر ان کے وار سے بچنے کی بہترین کوشش کی... اس پر خود اس شخص نے حیرت کا اظہار کیا... لیکن پستولوں سے گولیاں تو نکلی ہی نہیں تھیں... پانی کی فوارسی چاروں طرف

سے اس کی طرف آئی تھی... اب ظاہر ہے اس نے گولیوں سے خود کو بچانے کے لیے لوٹ لگائی تھی.. نہ کہ فوار سے بچنے کے لیے... چنانچہ پستولوں کا تمام پانی اس پر گرا اور پھر اسے یوں لگا جیسے اس کے جسم میں آگ لگ گئی ہو... اس سے پہلے کہ وہ چیختا... اس کے حواس جواب دے گئے اور وہ بالکل ساکت ہو گیا۔

''اسے اٹھا کر لے جاؤ... یہاں سے ہر طرح کے آثار غائب کر دو۔'' ڈرائیور نے سرد آواز میں کہا۔

''او کے سر...'' کسی نے کانپتی آواز میں کہا۔

اور پھر وہاں جھاڑ و پھیر دی گئی... تھوڑی دیر بعد یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو... کار کا ٹائر بھی آن کی آن میں تبدیل کر دیا... پھر وہ سب کار میں بیٹھے اور ہوا ہو گئے۔



رہائی کا حکم

وہ دوڑتے ہوئے عمارت کے دروازے پر پہنچے... وہاں انچارج کھڑا مسکرا رہا تھا:

''کیا ہوا بھئی۔''

''کچھ بھی نہیں... چوہا پنجرے میں پھنس گیا... یہ عمارت دراصل ناواقفوں کے لیے ایک چوہے دان ہے... کوئی جرائم پیشہ اگر اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تو صرف پھنس سکتا ہے اور بس.. آیئے میں آپ کو دکھاؤں... وہ بے چارہ کس حال میں ہے۔''

''خوب! اس بہانے ہم بھاگو سے بات کریں گے۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''بھاگو... کون بھاگو۔''

''اس چوہے کا نام بھاگو ہے۔''

''حد ہوگئی... کیا فضول نام ہے۔''

''بھئی دراصل یہ نام بھاگ سے ہے... دیہاتوں میں ایسے نام آپ نے ضرور سنے ہوں گے... بھاگ دیں... بھاگ بھری۔''

''اوہ! اب سمجھا، میں بھاگنے سے بھاگو سمجھا تھا۔'' وہ مسکرایا۔
پھر وہ انہیں اندر لایا... ایک کمرے کا دروازہ کھولا... اندر ایک بھاری میز موجود تھی... اس میز کی دراز کھلی ہوئی تھی... فرش پر ایک غنڈہ صورت آدمی لیٹا ہوا تھا... اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے... انہوں نے دیکھا... اس کے پیر میں لوہے کی ایک چیز لپٹی ہوئی تھی... لیکن کم از کم وہ زنجیر نہیں تھی... وہ باریک تار کی طرح تھا... اور اس کا ایک سرا اسی دراز میں غائب تھا...

''یہ کیا بھئی۔''

'مجرموں کے لیے جال... جونہی یہ اس کمرے میں داخل ہوا' اس دراز میں ایک ہلکی سی سریلی سی ٹک ٹک سنائی دینے لگی... لہٰذا یہ بھول گیا کہ یہ یہاں کس لیے آیا ہے... بس فوراً میز کی دراز کھینچ لی... حالانکہ اگر یہ جونی کی تلاش میں آیا تھا تو اس کمرے میں کم از کم جونی نہیں تھا... لہٰذا اسے فوراً واپس مڑ جانا چاہیے تھا... لہٰذا جرائم پیشہ لوگ کئی لحاظ سے عقل کھو چکے ہوتے ہیں... چنانچہ اس نے دراز کھول لی... اور اس میں سے اچانک یہ تار نکل کر اس کے پاؤں کے گرد کس گئی... ساتھ ہی اس کے منہ سے دل دوز قسم کی چیخ نکل گئی... اب آپ سمجھے.. یہاں کیا ہوا تھا۔''

''بالکل سمجھ گئے... لیکن اب یہ صاحب چیخ چلا کیوں نہیں رہے۔''

''اس تار کا یہی تو سب سے بڑا کمال ہے... صرف ایک بار بندہ چیخ سکتا ہے... پھر نہیں... اب تو اس میں حرکت کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے... آپ دیکھ نہیں رہے... کس طرح ساکت لیٹا ہوا ہے۔''

''یہ تو ہے... لیکن ہم تو اس سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''یہ کیا مشکل ہے... ابھی اس کی ٹانگ کو اس تار سے نجات مل جاتی ہے... پھر یہ باتیں کرے گا... بلکہ ہم پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کرے گا... یہ اور بات ہے کہ کر نہیں سکے گا...''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''جونہی یہ حملہ کرنے کی کوشش کرے گا... لڑکھڑا کر گرے گا، کیونکہ اس کی ٹانگ ابھی کئی دن تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوگی۔''

''خوب خوب! تب تو آپ بے فکری سے اس کی ٹانگ آزاد کر دیں...''

''ضرور... کیوں نہیں۔''

انچارج نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا... انہوں نے ایک تار اس کی ٹانگ سے آن کی آن میں الگ ہوگئی... اور دراز میں سمٹ گئی، دراز بھی خود بخود بند ہوگیا۔

''اف! یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا تھا... خیر کوئی بات نہیں... میں تم سب سے سمجھ لوں گا۔''

''تب پھر پہلے سمجھ ہی لیں... تا کہ ہمارے سمجھنے کی باری جلد آ جائے...'' فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

ساتھ ہی اس نے ان کی طرف چھلانگ لگا دی... لیکن وہیں گر گیا...

''اوہ... یہ... یہ کیا ہوا... میری ٹانگ کیوں حرکت نہیں کر رہی۔''

''اب آپ ہماری بات سمجھنے کی کوشش کریں... آپ کی ٹانگ اب چند دن بعد ہی کام کرنے کے قابل ہو گی۔''

''اوہ... نہیں۔''

''اور یہ چند دن آپ یہاں بطور مہمان رہیں گے... آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔''

''آپ... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔''

''بہت دن ہو گئے... کوئی کہانی نہیں سنی... آپ بس ہمیں ایک عدد کہانی سنا دیں۔''

''آپ اس عمر میں کہانیاں سنتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں! ہم مجبور ہیں... کہانیاں تو ہمیں سننا ہی پڑتی ہیں... آپ مہربانی فرما کر شیخ بابر کی کہانی سنا دیں۔''

''کک... کیا مطلب۔'' وہ بری طرح اچھلا۔

''کیوں اچھل پڑے نا... گھبرا گئے نا...''

''نہیں نہیں...''

''کیا نہیں نہیں... وضاحت کریں۔''

''باس مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''کون سا باس... اب آپ درمیان میں ایک عدد باس کو لے آئے۔''

''وہ.. وہ یہیں ہے... آپ میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا۔''

''کیا کہا... یہیں ہے...''

''ہاں! باہر کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہے... ہر آپریشن کی نگرانی وہ خود کرتا ہے۔''

''کیا کہا... وہ خود باس ہے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''خیر فکر نہ کرو... ہم اپنا ایک ساتھی وہاں چھوڑ آئے ہیں... وہ اسے دیکھ لے گا۔''

''کیا... وہ اسے دیکھ لے گا... جی نہیں... بلکہ باس اسے دیکھ چکا... وہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی ہے... اس کے پاس ایسے ایسے حربے ہیں کہ آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے... آپ کا ایک ساتھی تو گیا... آپ سب اس کے مقابلے میں نہیں ٹک سکتے... میری بات پر

یقین نہیں تو باہر جا کے خبر لے لیں... کوئی جا کر دیکھ آئے۔" اس نے شوخ آواز میں کہا۔

وہ فکر مند ہو گئے... پہلی بات تو ان کے لیے یہی نئی تھی... وہ جسے ڈرائیور سمجھ رہے تھے... وہ اس کیس کا باس تھا... اور بقول بھاگو، وہ خطرناک آدمی تھا...

"محمود... ذرا اس کی بات کی تصدیق ہو ہی جائے۔"

"اچھا... میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

"زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں... پہلے اُلو کی آواز آزمالینا... جواب نہ ملے تو پھر آگے جانا۔"

"اچھی بات ہے... تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"جل گیا بے چارہ۔" فرزانہ مسکرائی۔

محمود نے جاتے جاتے مڑ کر اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا اور باہر نکل گیا۔

"آپ نے دیکھا انکل... شاید یہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جانا چاہتا ہے۔"

"نہیں..." پروفیسر بولے۔

"جی... کیا کہا... نہیں۔"

"ہاں نہیں دیکھا... اس لیے کہ میں صرف فاروق کے

بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"پریشان نہ ہوں... وہ اتنا آسان شکار بھی نہیں۔"

"لیکن فرزانہ ... اسے نہیں معلوم تھا... کار میں بیٹھا ہوا شخص ڈرائیور نہیں... باس ہے۔"

"کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا۔"

"مشکل ہے۔" انہوں نے بھاگو کی آواز سنی۔

"کیا مشکل ہے۔"

"آپ اپنے بھائی کو اس وقت تک دیکھ نہیں سکیں گے... ہاں کچھ دیر بعد دیکھ لیں تو کہہ نہیں سکتا۔"

"یار تم تھوڑی دیر کے لیے چپ رہو۔" خان رحمان جھلا اٹھے۔

پھر محمود لوٹ آیا... اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے...

"اس کا مطلب ہے... باہر خیریت نہیں ہے۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"فاروق کس حال میں ہے۔"

"کسی میں بھی نہیں... باہر کوئی نہیں ہے... نہ کار... نہ ڈرائیور... نہ فاروق... نہ کسی قسم کے آثار۔" اس نے کہا۔

"ہاہاہا۔" بھاگو ہنسا۔

''خیر کوئی بات نہیں... بھا گو ہمارے قبضے میں ہے... اور جونی بھی... یہ ہمیں اپنے باس تک لے جائیں گے۔''

''یہی تو ناممکن ہے جناب۔''

''کیا مطلب۔''

''باس اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلتا... اب وہ اس ٹھکانے پر ملے گا تو۔''

''کوئی بات نہیں... جس پر ملے گا... تم ہمیں اسی پر لے چلو۔'' فرزانہ بولی۔

''آپ لوگ پاگل تو نہیں ہیں... میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ کسی نامعلوم جگہ پر جا چکا ہے۔''

''اچھا خیر... فکر نہ کرو... اور کہانی سناؤ۔''

''کہانی... کون سی کہانی۔''

''بھئی یہی... شیخ بابر والی کہانی۔''

''آپ عجیب لوگ ہیں... آپ کا ساتھی غائب ہے... اور آپ کہانی سننا چاہتے ہیں۔''

''آپ ہمیں کبھی پاگل کہہ رہے ہیں کبھی عجیب... خیر ہم نے برا نہیں مانا... جب مانیں گے، بتا دیں گے... آپ کہانی سنائیں۔''

''کہانی... اچھا... تو پھر سنیے... ہمارا باس بڑی بڑی رقمیں دے کر ایسے کام کرتا ہے... کسی کو شیخ بابر کو ختم کرانا تھا... اس نے

باس سے رابطہ کیا... باس نے اس بے سے رقم لی اور شیخ بابر کو قتل کر دیا گیا.. وہ بھی اس طرح کہ قاتل کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہ سکے... باس کا اصل کمال یہ ہے کہ اصل قاتل کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا... دور دور تک اس کی طرف خیال نہیں جاتا... اس کیس میں بھی یہی معاملہ ہے... آپ خود دیکھ لیں... محسوس کر لیں۔''

''نہیں... آپ شروع سے پوری کہانی سنائیں۔''

''جتنی بات مجھے معلوم تھی... بتا دی...''

''آپ کا اس کہانی میں کیا کردار تھا... چلیے یہ بتا دیں۔''

''مجھ سے تو صرف ایاز خالد کو اغوا کرایا گیا تھا اور بس۔''

''شیخ بابر کو کس نے قتل کیا؟''

''ایاز خالد نے۔''

''اس پر تو ہپناٹزم کیا گیا تھا، ہپناٹزم پروفیسر تالموٹ نے کیا تھا... وہ اب حوالات میں ہے۔''

''اس سے کیوں نہیں پوچھا آپ نے... اس سے یہ کام کس نے لیا تھا، ہو سکتا ہے... یہی شخص اصل مجرم ہو۔''

''اگر تالموٹ اصل مجرم ہوتا تو اس وقت جونی کو مارنے کے لیے کس نے تمہیں بھیجا تھا۔''

''ایک کیس کے دو باس بھی ہو سکتے ہیں... ایک چھوٹا... ایک بڑا... ہو سکتا ہے، تالموٹ چھوٹا باس ہو... جس نے مجھے بھیجا، وہ

بڑا ہو۔''

''تمہاری اس بات میں وزن ہے اور ہم اس پر غور کریں گے' بلکہ اس پہلو سے بھی کیس پر کام کریں گے ... فی الحال تو تم یہ بتا دو... تمہارا باس یہاں سے کہاں گیا ہوگا۔''

''کم از کم وہ اس ٹھکانے پر گیا نہیں ... جہاں عام طور پر ہم سے ملاقات کرتا رہتا ہے۔''

''وہ وہاں ملتا ہے یا نہیں ... اس بات کو جانے دو ... صرف س جگہ کا پتا بتا دو۔''

''اچھی بات ہے ... گل خان روڈ عمارت نمبر **110**۔''

''تمہاری اس سے اس عمارت میں کب ملاقات ہوئی تھی۔''

''یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس نے مجھے وہاں طلب کیا تھا اور اس کی ہدایت دی تھی۔''

''کیا تم یہاں جونی کو ہلاک کرنے آئے تھے۔''

''اس کا حکم یہی تھا ... لیکن میں جونی کو قتل نہیں کر سکتا تھا ... بلکہ میں تو اسے یہاں خبردار کرنے کے لیے آیا تھا کہ باس تمہارے خون کا پیاسا ہو گیا ہے ... لہٰذا غائب ہو جائے ... ادھر میں باس کو خود بتا تا کہ جب میں وہاں پہنچا تو جونی فرار ہو چکا تھا۔''

''خیر ... ہم آپ کو فی الحال حوالات بھیج رہے ہیں ... آپ ے بعد میں ملاقات ہوگی۔''

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"بہت بے فکرے نظر آ رہے ہو... کیا آپ کے خیال میں آپ کا باس آپ کو چھڑا لے گا۔"

"سو فیصد یقین ہے... وہ اپنے آدمیوں کا بہت خیال رکھتا ہے... اسی لیے تو ہم لوگ اس کے لیے خوش ہو کر کام کرتے ہیں اور ہر کام کرتے ہیں... چاہے وہ کچھ حکم دے۔"

"وہ آپ لوگوں کو کتنی تنخواہ ہر ماہ دیتا ہے۔"

"پچاس ہزار روپے ہر ماہ ہر ایک کو ملتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی خاص کام یا کارنامہ انجام دیتا ہے تو اسے الگ سے انعام بھی دیا جاتا ہے... کوئی پکڑا جائے تو اسے چھڑانے کے اخراجات خود ادا کرتا ہے... ایسا باس کہاں ملے گا۔" اس نے سرد آہ بھری۔

"خیر بھئی... اگر اس نے آپ کو حوالات سے چھڑا لیا تو تب ہم آپ کے باس کو مان جائیں گے۔"

"چھڑا کیا لیا... میرا خیال ہے... میرے ضمانت نامے پر دستخط ہو چکے ہوں گے۔"

"کیا واقعی۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی آپ دیکھ لیں گے... اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ ضمانت کرانے کی بجائے چھڑانے کا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے۔"

"دوسرے طریقے سے کیا مراد... زبردستی؟"

"زبردستی یا کوئی دباؤ ڈال کر... وہ دباؤ ڈالنے کا ماہر ہے۔"

"خیر بھئی... دیکھیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... محمود نے فوراً ریسیور کان سے لگالیا... دوسری طرف اس کے والد بول رہے تھے:

"بھاگو اور جونی کو رہا کردو بھئی... ان دو کے بدلے میں فاروق کو رہا کردیا گیا ہے... میں نے یہ سودا منظور کرلیا ہے... اس لیے کہ یہ ہمارے کام کے نہیں۔"

وہ حیرت زدہ رہ گیا... ساتھ ہی بھاگو چہکا:

"کیوں! آ گیا نا ہماری رہائی کا حکم۔"



وہ بات

''ہاں آ گیا... آپ ان دونوں کو جانے دیں۔'' محمود نے برا سامنہ بناتے ہوئے انچارج سے کہا۔

''جو حکم... ویسے یہ سن کر حیرت ہوئی۔''

''ہمیں بھی ہوئی... لیکن اس وقت فاروق ان کے قبضے میں ہے... اس نے ابا جان کو فون کیا تھا اور پیش کش کی کہ فاروق کو لے لیں... ان دونوں کو رہا کر دیں... انہوں نے یہ بات منظور کر لی۔''

''واہ! اسے کہتے ہیں باس... اب کیا کہتے ہیں... مان گئے نا۔'' بھاگو ہنسا۔

''ہاں مان گئے... ایک بات آپ بھی سن لیں... وہ اور آپ لوگ بچیں گے نہیں... ہم آپ کو بھی گرفتار کریں گے اور آپ کے باس کو بھی۔''

''اس وقت ہم آپ کو مان لیں گے... حساب برابر ہو جائے گا۔'' بھاگو پھر ہنسا۔

''اچھا بھائی جاؤ... کان نہ کھاؤ... ارے ہاں... لیکن

آپ جونی کا کیا کریں گے... باس نے تو اس کے قتل کا حکم دے رکھا ہے۔''

''اوہ... یہ ایک نئی الجھن...'' بھا گو چکرا گیا۔

وہ بھی الجھن میں پڑ گئے... جونی کو قتل کرنے کے لیے بھلا وہ اس کے ساتھ کس طرح بھیج سکتے تھے... آخر محمود نے کہا:

''کیا آپ کو اپنے باس کا نمبر معلوم ہے۔''

''نہیں۔'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''ایک منٹ! پہلے میں ابا جان سے مشورہ کرلوں۔''

''ہاہاہا۔'' پروفیسر داؤد ہنسے۔

''آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں۔''

''ہاہاہا۔'' خان رحمان بھی ہنسے۔

''آپ بھی بتادیں... کس بات پر ہنس رہے ہیں۔'' فرزانہ نے کہا۔

''میں نے فیصلہ کیا تھا... اس کیس میں مشورہ تک نہیں ہوگا.. اب ہم مشورہ لے رہے ہیں۔''

''ہاں واقعی... لیکن اب مرحلہ ہی ایسا ہی آ گیا ہے... مجبوری ہے... ایک انسان کی زندگی کا معاملہ ہے۔''

اور پھر محمود نے انہیں فون کیا:

''ابا جان! ایک الجھن پیش آ گئی ہے... اس بارے میں

مشورہ کرنا ہی ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ... کرلو ... مشورہ میں برکت ہے۔" وہ بھی ہنسے۔

"ان کے باس نے بھاگو کو حکم دیا ہوا ہے کہ جونی کو ہلاک کرنا ہے ... اگر ہم دونوں کو رہا کرتے ہیں تو بھاگو اسے جان سے مار ڈالے گا ... اگرچہ وہ یہی کہتا ہے کہ جونی اس کا دوست ہے ... اور وہ اسے قتل نہیں کرے گا ... لیکن اس صورت میں وہ باس کو کیا جواب دے گا۔"

"یہ تو خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے ... سوال یہ ہے کہ وہ جونی کو کیوں قتل کرانا چاہتا ہے ... کیا جونی ہمیں کوئی بات بتا سکتا ہے ... جس کے ذریعے ہم باس تک پہنچ جائیں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی اہم ہے۔"

"خیر .. اب ہم معاہدہ کر چکے ہیں .. انہیں روک نہیں سکتے .. تم ایسا کرو کہ جونی کو دس منٹ پہلے رہا کر دو اور اسے بتا دو کہ باس نے بھاگو کو کیا حکم دیا ہے ... لہٰذا وہ نکل بھاگے گا ... دس منٹ بعد بھاگو کو چھوڑ دینا۔"

"بہت خوب! کس قدر سادہ اور آسان ترکیب ہے ... حیرت ہے ... یہ ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔"

"ایسا ہوتا ہے ... فکر نہ کرو۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

اودھر اس نے یہ ترکیب ان کے سامنے رکھی... وہ بھی سن کر حیران ہوئے... بھاگو نے فوراً کہا:

''یہ ترکیب لاجواب ہے... اس طرح میں باس کو کہہ سکوں گا... انہوں نے جونی کو پہلے چھوڑا اور مجھے بعد میں، لہٰذا جونی ایک دم غائب ہو گیا ہے... اور یہ کہ باس اب بھی اس کے قتل کی ضرورت محسوس کرتا ہے... تو میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہوں... ویسے میرا خیال ہے... باس اب خود ہی قتل کا حکم واپس لے لے گا... اور جونی کو یہ خبر کسی طرح سنا دے گا... لہٰذا وہ اس کے لیے پھر سے کام کرنے لگ جائے گا۔''

''او کے... تم جانو... تمہارا کام... ہم تو بس تمہیں رہا کر رہے ہیں... آپ انہیں دس منٹ کے وقفے سے چھوڑ دیں... جونی کو ہمارے ساتھ ہی رہا کر دیں... آیئے... ذرا رہائی سے پہلے اس سے دو باتیں کر لیں۔''

وہ اس کمرے میں آئے جس میں جونی موجود تھا اور اب تک طرح چیخ رہا تھا کہ مجھے کھول دو... میں بتانے کے لیے تیار ہوں۔

''آپ پہلے تو اس گھڑیال کو بند کریں۔'' انہوں نے انچارج سے کہا۔

جونہی گھڑیال بند ہوا... جونی نے آنکھیں کھول دیں...

''اف مالک... یہ سب کیا تھا... میں صرف ایک گھڑیال

سے شکست کھا گیا۔"

"ہاں... بالکل... اب بتاؤ... باس کا نام کیا ہے... وہ کہاں رہتا ہے۔"

"تو تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں یہی۔"

"اس کا نام کوئی نہیں جانتا... پتا ضرور بتا سکتا ہوں... لیکن وہ اپنا پتا تبدیل کرتا رہتا ہے۔"

"خیر... پتا بتا دو۔" محمود نے کہا۔

"گل روڈ... نمبر 111۔" اس نے کہا۔

"لیکن بھئی... وہ کون سی بات ہے جس کی بنیاد پر باس نے بھاگو کو حکم دیا ہے کہ جونی کو قتل کر دو۔"

"کک... کیا... کیا مطلب؟" وہ لرز گیا۔

"تمہارے باس نے بھاگو کو بھیجا ہے... کہ جاؤ اور جونی کو قتل کر دو... بھاگو اس عمارت تک آ گیا تھا، لیکن ہم نے اسے پکڑ لیا... لہٰذا تم وہ بات بتاؤ... جس کی وجہ سے باس تمہارے قتل کا حکم دینے پر مجبور ہو گیا۔"

"اور بھاگو نے یہ قتل کرنا منظور کر لیا۔"

"نہیں... بھاگو کا کہنا ہے... جونی میرا دوست ہے... میں تو اسے یہاں آ کر خبردار کرنا چاہتا تھا..."

''مجھے امید ہے.. بھا گو سچ کہہ رہا ہے.. لیکن اب کیا ہوگا۔''
اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''ہونا کیا ہے... ہم تم دونوں کو رہا کر رہے ہیں... اب تم جانو... بھا گو جانے اور تمہارا باس جانے... ہاں ہم تمہیں بھا گو کے ہاتھ سے بچانے کے لیے اس صورت میں کوشش ضرور کر سکتے ہیں... اگر تم ہمیں وہ بات بتا دو۔''

''مجھے خود وہ بات معلوم نہیں... سچ کہتا ہوں... مجھے باس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔''

''انہیں جانے دو بھئی... کہیں جمشید اپنے کیے ہوئے معاہدے میں جھوٹا نہ پڑ جائے۔'' پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

''اوہ ہاں... واقعی... ہم تمہیں رہا کر رہے ہیں... جاؤ بھاگ جاؤ۔''

''اور... اور بھا گو۔''

''اس خیال سے کہ کہیں بھا گو تمہیں قتل نہ کر دے... ہم اسے دس منٹ بعد رہا کریں گے۔''

''اوہ... اوہ۔'' وہ دھک سے رہ گیا۔

''کیا ہوا؟''

''آپ... آپ میری جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''ہم ہر انسان کی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

"کاش! مجھے باس کے بارے میں معلوم ہوتا... میں آپ کو ضرور بتا دیتا... اب مجھے اس سے بھلا کیا ہمدردی ہو سکتی ہے... ملازمت میں بھی اب میں نہیں رہوں گا۔"

"

"ہاں! یہ تو ہے... پھر بھی اگر تمہیں کوئی ایسی بات یاد آجائے... جس کے ذریعے ہم باس تک پہنچ سکیں تو تم ہمیں فون کے ذریعے بتا سکتے ہو..."

"اور ہاں! اگر ایسی بات آ گئی تو میں ضرور بتاؤں گا۔"

"لیکن اب تم جاؤ گے کہاں۔"

"اپنے ایک پرانے جرائم پیشہ دوست کے پاس... وہ اب جرائم چھوڑ کر گوشہ نشین ہو چکا ہے... اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔"

"اس کا نام... پتا۔"

"سوری... یہ میں نہیں بتا سکتا... آخر وہ میرا دوست ہے... اس نے گوشہ نشینی ضرور اختیار کر لی ہے... لیکن خود کو پولیس کے حوالے نہیں کیا تھا... اگر میں آپ کو اس کا نام پتا بتا دوں گا تو آپ اسے گرفتار کر لیں گے اور میں یہ کر نہیں سکتا... میں اپنے دوست کو دھوکا نہیں دے سکتا۔"

"اچھا بھائی جاؤ..." فرزانہ نے کہا۔

''ایک منٹ ٹھہرو... آپ ان کی چیزیں انہیں دے دیں۔''
محمود نے انچارج سے کہا اور عمارت سے باہر نکل گیا۔

وہ اب تیزی سے کار کی طرف جا رہا تھا... جونی کا تعاقب اب بہت ضروری ہو گیا تھا... لیکن اس طرح کہ اسے احساس نہ ہو سکے... سڑک پر پہنچ کر جونی نے بائیں طرف دیکھا... ایک کار چلی آ رہی تھی... اس نے ہاتھ سے اس کو اشارہ دیا... کار اس کے پاس آ کر رک گئی...

''بھائی صاحب... کیا آپ مجھے سڑک تک لے چلیں گے، مجھے اغوا کر لیا گیا تھا... اغوا کرنے والے یہاں ڈال گئے ہیں۔''

''اوہ اچھا... بیٹھ جائیں پھر۔''

وہ اس کار میں بیٹھ گیا... کار شہر کی طرف روانہ ہو گئی... محمود اپنی کار اس وقت سڑک پر لایا... جب اگلی کار کافی دور جا چکی تھی... تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے... جونہی شہر آیا... جونی اس کار سے اتر گیا' اب اس نے ایک ٹیکسی پکڑ لی... ٹیکسی آگے روانہ ہوئی... محمود نے پھر تعاقب شروع کر دیا... شہر کے ایک جدید علاقے کی ایک کوٹھی کے سامنے ٹیکسی رکی... جونی نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا...

محمود نے آگے بڑھ کر کوٹھی کا نمبر نوٹ کر لیا... پھر جونہی وہ مڑا... اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا...

جس کار نے جونی کو لفٹ دی تھی... وہ کار کچھ ہی فاصلے پر واپس جا رہی تھی... گویا اس کار والے نے بھی جونی کا تعاقب کیا تھا، اور اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کار لیے وہاں پہلے سے موجود ہی اس کے لیے تھا... تب وہ ضرور خفیہ فورس کا کارکن تھا... اور یہ اس کے والد تھے جنہوں نے اس کی ڈیوٹی لگائی تھی...

وہ اب واپس عمارت میں پہنچا... تینوں اسے دیکھ کر پکارے:

"حد ہو گئی... تم بتائے بغیر کہاں چلے گئے تھے۔"

"میں نے سوچا... جونی کا تعاقب کرنا ہے... ویسے یہ تعاقب نہ کرتا تب بھی کوئی بات نہیں تھی..." اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیوں کیوں...... کیا وہ جل دے کر نکل گیا۔"

"نہیں... میں اس کا ٹھکانہ دیکھ آیا ہوں... لیکن... ابا جان پہلے ہی یہ انتظام کر چکے تھے۔"

"اوہ اچھا... خیر..."

"اور بھاگو کا کیا بنا۔"

"دس منٹ پہلے ہم نے اسے جانے دیا تھا۔"

"اور تم ایسی عقل مند کہاں کہ اس کا تعاقب کر لیتیں۔" محمود جل گیا۔

"دیکھا انکل... میں نے کیا کہا تھا۔" فرزانہ مسکرائی۔

''کیا کہا تھا۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''یہ کہ ... محمود آ کر یہی کہے گا۔''

''تو کیا میں نے غلط کہا ہے۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''ہاں محمود... سو فیصد غلط۔'' خان رحمان مسکرائے۔

''جی... کیا مطلب... آپ بھی فرزانہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔''

''بات ساتھ دینے کی نہیں ... انصاف کی ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''لیجئے... اب تو آپ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔''

''اس میں میرا کوئی قصور نہیں... فرزانہ نے بھاگو کا تعاقب کیا تھا۔''

''کیا!!!'' محمود چلا اٹھا۔

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''پھر یہ اتنی جلدی واپس کس طرح آ گئی۔''

''بھاگو کی منزل زیادہ دور نہیں تھی۔''

''خیر... یہ اچھا ہوا۔''

''لیکن محمود۔'' فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

''اب کیا ہے... لیکن محمود کہہ کر رک جاتی ہو... ہے کوئی تک۔''

''میں تعاقب نہ کرتی تو کوئی بات نہیں تھی۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب؟'' محمود اچھل پڑا۔

''تم ٹھیک سمجھے... ابا جان کے خفیہ کارکن بھاگو کا تعاقب کرنے کے لیے باہر تیار تھے... لیکن مجھے بعد میں پتا چلا... بہر حال ہم نے دونوں کا ٹھکانہ دیکھ لیا ہے۔''

''چلیے خیر... یہ اچھا ہوا۔''

''اب کیا کرنا ہے... میرا خیال ہے... اب ہم اس کیس میں آگے بڑھ رہے ہیں۔''

''بڑھ کیا رہے ہیں... لیکن ابا جان ہم سے آگے ہیں... وہ گھر میں بیٹھے ہم سے تیز جا رہے ہیں۔''

''خیر کوئی بات نہیں... ہم بھی اپنی رفتار بڑھا دیتے ہیں... کیا خیال ہے...'' خان رحمان پر جوش انداز میں بولے۔

''بالکل ٹھیک... آیئے چلیں۔''

وہ اسی وقت حوالات پہنچے... تالموٹ سلاخیں پکڑے کھڑا تھا... اس کا چہرہ بالکل زرد ہو چکا تھا... خون نکل جانے کی وجہ سے اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں... اس کی آنکھوں پر تو بڑا اچڑھا دیا گیا تھا... کیونکہ اس حالت میں بھی وہ اپنی آنکھوں کی طاقت سے کام لے سکتا تھا۔

"مسٹر تالموٹ... آپ کا کیا حال ہے۔"

"کک... کون؟"

"تفتیشی ٹیم سے تعلق ہے ہمارا... آپ نے ایاز خالد پر ہپناٹزم کس کے کہنے پر کیا تھا۔"

"باس کے کہنے پر۔"

"باس کا نام؟"

"کوئی نہیں جانتا... وہ لوگوں کو قابو کرنا جانتا ہے... اس نے مجھے بھی قابو کرلیا... پھر جس پر چاہا، اس نے میرے ذریعے سے ہپناٹزم کروایا۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ ہوٹل کے مالک کس طرح بن گئے۔"

"وہ ہوٹل دراصل باس کا ہے... مجھے حکم تھا کہ میں خود کو ہوٹل کا مالک ظاہر کروں..."

"کیا کہا... ہوٹل راگ کا مالک باس ہے۔" محمود چلا اٹھا۔



شکریہ + شکریہ

''ہاں! یہی بات ہے، اس میں حیرت کی کون سی بات ہے۔''
تالموٹ بولا۔

''اس میں حیرت کی بات ہے۔'' محمود سرسراہٹ زدہ لہجے میں
بولا۔

''آخر کیا؟'' اس نے فوراً کہا۔

''اگر باس ہی اس ہوٹل کا مالک اور نقلی مالک ہے... تو آپ
کو اس نے کس طرح ہوٹل کا مالک بنایا تھا... میرا مطلب ہے... اس
طرح تو آپ اسے جانتے ہوں گے۔''

''یہی تو اس کا کمال ہے۔'' تالموٹ ہنسا۔

''کیا کمال ہے... ذرا معلوم تو ہو۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''میں ایک مداری تھا۔''

''کیا کہا... آپ مداری تھے...''

''ہاں! ایک سیدھا سادا مداری... سڑکوں پر لوگوں کو جمع
کرکے میں اپنے کرتب دکھایا کرتا تھا۔ اس میں ایک کرتب ہپناٹزم بھی

تھا... میں ایک بچے کو زمین پر لٹا دیتا... اور مجمعے پر ہپناٹزم کر دیتا اور اس سے کہتا کہ دیکھیں اب یہ بچہ خود بخود تختے کی طرح سیدھا لیٹا لیٹا اوپر اٹھے گا... اور ان سب کو وہ اوپر اٹھتا نظر آتا... اس حیرت انگیز کمال کی وجہ سے وہ مجھے خوب پیسے دیتے... ایک دن ایک آدمی مجھے ملا... اس نے مجھ سے کہا... تم اس طرح کتنے پیسے کما لیتے ہو... میں نے اسے بتایا کہ دو تین سو روپے تو کما ہی لیتا ہوں اور یہ میرے لیے بہت ہیں... اس نے کہا، اگر تم ایک ہزار روپے روز کمانے لگو تو... اس کی بات سن کر میں بہت حیران ہوا... میں نے پوچھا، بھلا یہ کیسے ممکن ہے... اس نے کہا، عین ممکن ہے... بلکہ ایک ہزار کی بجائے... میں دو ہزار روپے روز بھی کما سکتا ہوں... اب میں اور حیران ہوا... اس سے پوچھا، یہ کیسے؟ تب اس نے کہا... ایک ہوٹل میں... تم اپنے کمالات وہاں دکھایا کرو... ہوٹل کا مالک تمہیں دو ہزار روپے روزانہ دے گا... میں نے منظور کر لیا... وہ یہی ہوٹل تھا... یعنی ہوٹل راگ... مجھے اس میں لایا گیا... ہوٹل کے منیجر سے ملاقات کرائی گئی... یہ آج سے دس بارہ سال پہلے کی بات ہے..."

"اس منیجر کا نام کیا تھا۔" محمود نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم... میں تو اس وقت ہوٹل میں نیا نیا آیا تھا... ہوٹل کے منیجر کا نام نہیں جانتا تھا... میں نے ہوٹل میں ہپناٹزم کے الات دکھانے شروع کیے... اس طرح میں ساٹھ ہزار روپے

روزانہ کمانے لگا... لیکن پھر ایک دن اس منیجر نے کہا... اب اس ہوٹل کے منیجر آپ ہیں... ہوٹل کے مالک نے مجھے فارغ کر دیا ہے... ہوٹل کے مالک آپ کو خود ہی ہدایات دے کریں گے... اور آپ کی تنخواہ ایک لاکھ روپے ماہانہ ہوگی... میں بہت حیران ہوا... اس دن کے بعد منیجر مجھے نظر نہ آیا... پھر اس نے مجھ سے عجیب و غریب کام لینے شروع کیے یعنی ایک دن اس نے کہا... فلاں آدمی کے پاس جاؤ، اس پر ہپناٹزم کرو... اور اسے ہدایت دو کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لے... میں نے فون پر کہا... اس طرح تو وہ مرجائے گا... اس نے جواب میں کہا... یہی تو میں چاہتا ہوں کہ وہ مر جائے... تمہیں اس سے کیا... اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو اسی وقت ہوٹل چھوڑ دو... اب ہوٹل کی زندگی... شاہانہ زندگی چھوڑنا مجھے بہت مشکل لگا... اوپر سے اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو اس کے پاس میرے خلاف بہت ثبوت ہیں... یہ سب ثبوت جعلی تھے، لیکن میں ان کو جعلی ثابت نہیں کر سکتا تھا... اس نے مجھے تصاویر دکھائی تھیں... کسی میں کوئی جرم کر رہا تھا اور کسی میں کوئی... اس لیے میں مجبور ہو گیا اور اس طرح میں اس ہوٹل کا مالک بن گے... اگرچہ میں مالک نہیں تھا۔"

"تب تو ہمارے لیے مسئلہ آسان ہو گیا..." محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ کیسے؟" خان رحمان نے فوراً کہا۔

''کاغذات میں ہوٹل کا مالک کون ہے... یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔''

''اوہ ہاں!! بات تو ٹھیک ہے۔''

محمود نے اسی وقت اکرام کو فون کیا... اس کی آواز سن کر وہ بولا:

''انکل ہم فوری طور پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہوٹل راگ کا مالک کاغذات میں کون ہے۔''

''اوہ اوہ۔'' وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

''کیوں... کیا بات ہے؟''

''ابھی ابھی انسپکٹر صاحب نے بھی اسی سلسلے میں فون کیا تھا۔''

''فاروق کی کیا خبر ہے۔''

''فاروق گھر پہنچ چکا ہے... لیکن وہ گہری نیند میں ہے... اسے نیند کی کوئی خوراک دی گئی تھی... ڈاکٹر فضل اس دوا کا اثر زائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''اوہ اچھا... اس کا مطلب ہے... ہوش میں آنے پر اس سے کوئی بات پوچھ سکتے ہیں۔''

''ہاں بالکل۔''

''اچھا تو پھر... کیا ہوٹل کے مالک کے بارے میں کچھ

معلوم ہو چکا ہے۔''

''ابھی یہ کام شروع کرنے لگا ہوں۔''

''جونہی آپ کو مالک کے بارے میں معلوم ہوگا، آپ پہلے کسے بتائیں گے۔''

''ظاہر ہے... پہلے یہ بات سر نے معلوم کروائی ہے... انہی کو بتاؤں گا، پھر آپ لوگوں کو فون کروں گا۔''

''واہ انصاف پسند ہوں تو آپ جیسے... بہر حال آپ کا شکریہ۔''

محمود نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

''ایسا لگتا ہے... ہم اس کیس کے مجرم کے نزدیک پہنچتے جا رہے ہیں۔'' خان رحمان بولے۔

''مجھے یہ اتنا آسان نہیں لگتا... اس نے اس کا بھی توڑ کر رکھا ہوگا... کاغذات میں ہوٹل کا مالک جو شخص ہوگا... اب کم از کم وہ تو مالک ہوگا نہیں۔''

''ہم شاید بھول رہے ہیں۔'' ایسے میں فرزانہ کی آواز ابھری۔

''کیا بھول رہے ہیں... تم یاد کرادو۔'' پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

''ہوٹل راگ کا ایک سابقہ مالک مسٹر کراؤن تھا، یہ بات

پہلے ہی ہمارے علم میں آ چکی ہے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ ہاں! یہ بات تو ہے... مسٹر کراؤن کو تو ہم بھول ہی گئے۔''

''لیکن جونی نے مسٹر کراؤن کے بارے میں بتایا تھا کہ انہوں نے ہوٹل مسٹر تالموٹ کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور خود وہ کسی دوسرے ملک چلے گئے ہیں۔''

''اب تالموٹ کا کہنا یہ ہے کہ وہ ہوٹل کا مالک نہیں تھا... ہوٹل کا مالک تو باس ہے۔''

''اصل میں یہ بات ہمیں انکل اکرام نے بتائی تھی... جرائم پیشہ لوگوں کی تلاش میں انہیں ہوٹلوں وغیرہ میں جانا پڑتا ہے... اس طرح وہ ہوٹل راگ بھی جاتے رہے ہوں گے اور وہاں ان کی ملاقات مسٹر کراؤن سے ہوتی رہی ہوگی... وہ اسے ہوٹل کے مالک کے طور پر جانتے تھے... جب ہم ان کے ساتھ گئے تو جونی نے بتایا کہ اب مسٹر کراؤن ہوٹل کے مالک نہیں رہے... بلکہ تالموٹ ہیں... لیکن اب تالموٹ نے بتایا ہے کہ وہ مالک نہیں ہیں... شاید کاغذات میں مسٹر کراؤن کا نام نکلے گا۔''

''اس کا مطلب ہے... ہمیں اب مسٹر کراؤن کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔''

''ایسا ہی لگتا ہے... ہم جس کیس کو سیدھا سادا خیال کر بیٹھے

تھے... وہ کافی مشکل اور پیچیدہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہاں! اس میں کیا شک ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... فون اکرام کا تھا، وہ کہہ رہا تھا:

"کاغذات کی رو سے ہوٹل راگ مسٹر کراؤن کا ہے... اور مسٹر کراؤن نے آگے مسٹر تالموٹ کو فروخت کر دیا تھا اور خود ملک سے باہر چلا گیا تھا اور بس۔" اکرام نے بتایا۔

"اور بس کیا؟"

"یہ کہانی یہیں تک ہے... اس میں آگے کچھ نہیں ہے۔"

"مطلب یہ کہ ہوٹل کا مالک ابھی تک مسٹر کراؤن ہی ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"لیکن وہ تو ملک میں ہے ہی نہیں۔"

"یہ صرف خبر تھی..."

"کیا مطلب۔" وہ بری طرح اچھلے۔

"یہ بیان صرف جونی کا تھا۔"

"تب پھر مسٹر کراؤن کہاں ہے۔"

"یہ بات تالموٹ بتا سکتا ہے۔"

"اس سے تو ہم نے ابھی ملاقات کی ہے..."

"اس سے ایک ملاقات اور کر لو۔" اکرام نے ہنس کر کہا۔

''ہاں ! یہ کرنا پڑے گا... اب بے چینی اور دلچسپی بڑھتی جارہی ہے۔''

وہ اسی وقت پھر حوالات پہنچے... تالموٹ نے انہیں حیران ہو کر دیکھا:

''آپ کی بات غلط ثابت ہوگئی... مسٹر کراؤن ملک سے باہر نہیں گئے... ملک میں ہی ہیں... نہ انہوں نے ہوٹل آپ کے ہاتھ فروخت کیا تھا... بس ایسے ہی آپ کو مالک بنا دیا تھا۔''

''تو میں نے کب کہا کہ ایسا نہیں ہے۔''

''تب پھر بتائیں... مسٹر کراؤن کہاں ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''تو کیا مسٹر کراؤن آپ کا باس ہے۔''

''اس بارے میں میں کچھ نہیں جانتا...'' اس نے جھلا کر کہا۔

''تب ہم مسٹر کراؤن کو کہاں تلاش کریں۔''

''بھلا میں بتا سکتا ہوں۔''

''خیر... ہم معلوم کرلیں گے۔''

''ضرور معلوم کریں... میں تو خود پھنس گیا ہوں... میری بلا سے... اچھا بھلا مداری تھا... آسانی سے گزر بسر ہو رہی تھی... یہ وہی تو تھا جس نے مجھے جھنجھٹ میں گھسیٹا۔'' اس نے جلے کٹے انداز میں

کہا۔

وہ سر ہلاتے ہوئے باہر آ گئے۔۔

''اب ہمیں ہوٹل راگ چلنا پڑے گا... کیس کا مجرم ہوٹل میں ہی موجود ہے۔''

''تو کیا وہ مسٹر کراؤن ہے۔''

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔۔ انسپکٹر جمشید تھے دوسری طرف۔۔ وہ کہہ رہے تھے:

''فاروق ہوش میں آ گیا ہے اور وہ تم تک پہنچنے کیلئے بے چین ہے۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے کچھ نہیں بتائے گا۔۔۔ اپنے ساتھیوں کو بتائے گا۔''

وہ مسکرا دیے۔۔ اور انہیں بتایا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں اور یہ کہ وہ ہوٹل راگ جا رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔۔ میں اسے بھیج رہا ہوں۔''

جس وقت وہ ہوٹل پہنچے، اسی وقت اکرام فاروق کو لے کر وہاں آ گیا۔

''یار فاروق! تمہیں زندہ سلامت دیکھ کر خوشی ہوئی اور ہوش وحواس میں دیکھ کر اور زیادہ خوشی ہوئی۔''

''شکریہ+شکریہ۔'' اس نے کمزور آواز میں کہا۔

''تمہاری آواز کو کیا ہوا۔۔یوں لگتا ہے۔۔۔ جیسے بھیک مانگ رہی ہو۔''فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''سو کر اٹھی ہے نا۔''فاروق بولا۔

''کک۔۔۔ کون۔۔۔ کون سو کر اٹھی ہے۔''

''آواز اور کون۔''

دونوں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد اس وقت تک ہوٹل میں داخل ہو چکے تھے۔۔

''اب یہاں کھڑے کب تک مجھے گھورتے رہو گے۔۔۔۔۔ دوسرے لوگ تمہیں گھورنے لگے ہیں۔''فاروق نے خبردار کیا۔

وہ چونک اٹھے اور پھر جلدی سے اندر داخل ہو گئے۔

''سوال یہ ہے کہ ہم اب کس لیے آئے ہیں۔''فاروق نے پوچھا۔

''مسٹر کراؤن کی تلاش میں۔۔۔ اس سارے چکر کا ذمہ دار دراصل وہی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''انکل اکرام۔۔ کیا آپ نے فاروق کو تفصیل نہیں سنائی۔''

''نہیں۔۔ گاڑی میں اسے نیند کے جھونکے آتے رہے۔۔۔ ڈاکٹر فضل نے بتایا تھا کہ ابھی دوا کا اثر باقی ہے۔۔۔ مکمل طور پر اثر دور نہیں ہو سکا۔۔اس لیے تفصیل نہیں سنا سکا۔''

''اچھا خیر... فاروق ہم ابھی تفصیل سنائیں گے... پہلے ذرا معلومات حاصل کرلیں... تم صرف اتنا جان لو کہ ہوٹل کا مالک مسٹر کراؤن ہے... کاغذات میں بھی وہی مالک ہے... اگرچہ یہاں لوگ مسٹر تالموٹ کو مالک خیال کرتے ہیں۔''

''تب معلومات حاصل کرنے کے لیے منیجر کو بلالیں۔''

''منیجر بھی خود مسٹر کراؤن ہی تھا... اور اس نے جب تالموٹ کو جھوٹ موٹ کا مالک بنایا تو منیجر بھی تالموٹ ہی رہا۔''

''تب پھر نائب منیجر سے بات کرلیتے ہیں۔''

''ہاں! وہ تو کسی نہ کسی سے...'' اکرام کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔

''بوڑھا بیرا... میرا خیال ہے... میں اسے بہت مدت سے یہاں دیکھ رہا ہوں... اس سے کیوں نہ پوچھیں۔''

''پوچھنے میں کوئی حرج نہیں... لیکن نائب منیجر زیادہ کام کی باتیں بتا سکے گا۔''

''اس سے تو خیر ہم معلومات حاصل کریں گے۔''

اکرام نے اس بوڑھے بیرے کو اشارے سے بلایا... اور ایک میز کے گرد بیٹھ گئے... لیکن بیرا نہ بیٹھا... اس نے کہا:

''میں نہیں بیٹھ سکتا... منیجر صاحب ملازمت سے نکال دیں گے۔''

"ہمارا تعلق محکمہ پولیس سے ہے۔" اکرام نے آنکھیں نکالیں۔

"اور وہ جو مجھے ملازمت سے نکال دے گا۔" بوڑھے نے گھبرا کر کہا۔

"وہ ایسا نہیں کر سکتا... آپ بیٹھ جائیں..." پروفیسر داؤد نے نرم آواز میں کہا... وہ فوراً بیٹھ گیا۔

"اس ہوٹل کا مالک کون ہے۔"

"اج کل تو کوئی بھی نہیں... سمجھ لیں منیجر ہی مالک ہے۔"

"پہلے کون مالک تھا۔"

"مسٹر تالموٹ۔"

"بھائی اس سے پہلے۔"

"مسٹر کراؤن۔" اس نے کہا۔

"اس وقت منیجر کون تھا۔"

"مسٹر کراؤن۔"

"خوب... کیا مسٹر کراؤن نے ہوٹل مسٹر تالموٹ کو فروخت کیا تھا۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں... ہم لوگ تو اپنی تنخواہ سے غرض رکھتے ہیں۔"

"اس وقت جو منیجر ہے... اسے کس نے مقرر کیا ہے...

تالموٹ تو حوالات میں ہے۔"

"تالموٹ کے ہوتے ہوئے، وہی منیجر یا نائب منیجر تھے... اب بھی وہی ہیں... اور بس اس سے زیادہ بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

ایسے میں نہ جانے فاروق کو کیا ہوا.. وہ بہت زور سے اچھلا۔



کیا مطلب

انہوں نے فاروق کو گھورا.. چند سیکنڈ تک گھورتے ہی رہے، پھر محمود نے کہا:

''کیا ہوا... کچھ بتاؤ گے بھی یا نہیں۔''

''پپ پتا نہیں... ویسے کچھ یہاں ہوا ضرور ہے۔'' اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''حد ہوگئی.. ہے کوئی تک۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''اچھا جناب! میں تو چلا.. اور مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

فاروق کو پھر جھٹکا لگا..

''کہیں اس پر نیند کا اثر تو نہیں ہے۔''

''ایسا ہی لگتا ہے۔''

بیرا اٹھا اور لگا جانے.. فاروق نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا:

''آپ کا نام کیا ہے؟'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''میرا نام.. خان زادہ۔''

''خان زادہ صاحب.. آپ نہ جائیں... مہربانی کر کے

بیٹھ جائیں۔'' فاروق بولا۔

''آپ لوگ مجھے نوکری سے نکلوائیں گے۔''

''کم از کم آپ ہماری وجہ سے نہیں نکلیں گے... اپنی وجہ سے نکلے تو اور بات ہے۔'' فاروق بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔'' محمود نے آنکھیں نکالیں۔

''یہ تو خود مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔''

''اچھا بھائی... اب اس بے چارے کو جانے دو... ہمیں اس سے جو پوچھنا تھا پوچھ چکے۔''

''یہ نہیں ہوگا۔''

''یہ نہیں ہوگا... کیا مطلب۔'' بوڑھا چونکا۔

''میں اور آپ کو جانے دوں... یہ نہیں ہوگا۔'' فاروق ہنسا۔

''اس پر نیند کا اثر ہے.. اس کی وجہ سے ہمیں پریشانی ہو رہی ہے.. لہٰذا انکل اسے گھر بھجوا دیں۔''

''اچھا! میں باہر سے کسی کو بلاتا ہوں۔''

''لیکن انکل! میں گھر نہیں جا رہا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''تب پھر اوٹ پٹانگ حرکتیں نہ کرو۔''

''میں کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہیں کر رہا۔''

''اور یہ کیا ہے.. بے چارے خان زادہ کا ہاتھ پکڑے بیٹھے ہو.. جب کہ وہ جانے کے لیے زور لگا رہا ہے۔''

''اچھا بھائی... مم... معاف کردو... شاید مجھ پر نیند کا ہی اثر ہے۔''

ہاتھ چھوٹتے ہی بوڑھا تیر کی طرح چلا... اور کاؤنٹر پر جا کر رکا... پھر انہوں نے اسے اندر کی طرف جاتے دیکھا۔

''میں ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر فاروق اٹھا اور اس کے پیچھے چلا گیا۔

''ارے ارے بھائی... نہ جاؤ... کہیں پھر کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہ کر بیٹھنا۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

اس نے جیسے محمود کی آواز سنی ہی نہیں... آگے بڑھتا چلا گیا...

''انکل... آپ منیجر کو بلائیں... ہم اپنا کام کر لیتے ہیں... فاروق کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔''

''اور اگر اس نے کوئی گڑبڑ کر دی۔''

''امید تو نہیں... خیر... اللہ مالک ہے۔''

اب اکرام اٹھ کر کاؤنٹر پر گیا...

''ہمیں منیجر سے ملنا ہے۔''

''وہ حوالات میں ہیں... اور آپ خود ہی تو انہیں حوالات لے گئے تھے... اب آپ خان زادہ کو پریشان کر رہے ہیں... آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔''

''نائب منیجر سے ملاقات۔'' اس کے لہجے میں سختی آ گئی۔

''میں انہیں اطلاع دیتا ہوں۔''

''واضح رہے، ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔''

''اچھی بات ہے... '' اس نے کہا اور ایک فون اٹھا کر کسی سے بات کی... پھر ریسیور رکھ کر اس نے کہا:

''اس برامدے میں سیدھے چلے جائیں... آخری کمرہ بائیں ہاتھ ان کا ہے۔''

''ان کا نام۔''

''ارشاد کاملوس۔''

وہ تیز کی طرح اس طرف بڑھے... دروازے پر دستک دی، اندر سے کسی نے دروازہ کھول دیا.. ایک باوردی بیرا اندر کھڑا نظر آیا:

''ہمیں مسٹر ارشاد کاملوس سے ملنا ہے۔''

''ہاں! اطلاع مل چکی ہے.. تشریف لے جائیں۔''

وہ اندر داخل ہوئے، کمرے میں ایک شاہانہ میز بچھی تھی... اس کے دوسری طرف ایک بارعب آدمی بیٹھا تھا۔

''کیا آپ مسٹر ارشاد کاملوس ہیں۔''

''جی بالکل.. فرمایئے.. کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''آپ نائب منیجر ہیں... منیجر کون ہیں یہاں۔'' اکرام نے پوچھا۔

''مسٹر تالموٹ۔'' اس نے کہا۔

''وہ تو حوالات میں ہیں۔''

''تو کیا ہوا.. منیجر پھر بھی وہی ہیں۔''

''اور مالک۔''

''مالک بھی مسٹر تالموٹ ہی ہیں۔''

''تالموٹ سے پہلے مسٹر کراؤن ہوٹل کے مالک تھے.. کیا یہ بات درست ہے۔''

''ہاں! بالکل.. لیکن انہوں نے مسٹر تالموٹ کو ہوٹل کا مالک بنا دیا۔''

''کیسے.. کیسے بنا دیا.. کیا اس طرح بھی کوئی کسی کو مالک بنا سکتا ہے، کاغذات تو مسٹر کراؤن کے نام ہیں۔''

''یہ آپ مسٹر تالموٹ اور مسٹر کراؤن سے پوچھیں۔'' اس نے کہا۔

''اسی لیے تو آئے ہیں... ہم مسٹر کراؤن سے کہاں مل سکتے ہیں۔''

''مسٹر تالموٹ سے پوچھیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''گویا آپ کو مسٹر کراؤن کے بارے میں معلوم نہیں۔''

''بالکل نہیں۔''

''اگر یہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس صورت میں آپ مشکل میں پڑ جائیں گے.. یہ ایک انسان کے قتل کا معاملہ ہے۔''

''کیا کہا.. قتل کا معاملہ... ایک انسان کے۔''

''ہاں! لیکن ہو سکتا ہے... یہ کئی انسانوں کے قتل کا معاملہ بھی ہو۔''

''پتا نہیں آپ کیوں مجھے ڈرا رہے ہیں... میرا ان معاملات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے بھلا۔''

''اگر آپ کا تعلق نہیں ہے تو پھر بتائیں... مسٹر کراؤن کہاں ہیں۔''

''مجھے معلوم نہیں تو بتاؤں کیسے۔''

''اچھی بات ہے... ہم اس ہوٹل کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''کیا آپ کے پاس وارنٹ ہیں۔''

''ہاں جناب! وارنٹ کے بغیر تو ہم گھر سے نکلتے ہی نہیں۔''

''دکھائیں وارنٹ۔''

اس نے وارنٹ دیکھے... برا سا منہ بنایا اور بولا:

''لے لیں تلاشی... لیکن یہاں سے ملے گا کچھ نہیں۔''

''دیکھا جائے گا... اگر ہم نے یہاں مسٹر کراؤن کو تلاش کر لیا تو گویا میدان مار لیا۔''

''کر لیں تلاش... جب وہ مل جائیں تو مجھے بھی گرفتار کر لیجئے گا۔''

''تب پھر ہم تلاشی اسی کمرے سے شروع کریں گے۔''

''ضرور... مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے بھلا۔''

انہوں نے اس کمرے کی تلاشی شروع کی۔

''ویسے مسٹر خان زادہ صاحب... کیا...'' محمود نے کہنا چاہا۔

''ایک منٹ... میرا نام خان زادہ نہیں... ارشاد کاملوس ہے۔''

''اوہ سوری... تو مسٹر کاملوس... کیا مسٹر تالموٹ بھی اسی کمرے میں بیٹھتے رہے ہیں۔''

''ہاں! بالکل... مسٹر کراؤن بھی یہیں بیٹھتے تھے...'' اس نے جل بھن کر کہا۔

''شکریہ شکریہ۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

وہ باریک بینی سے کمرے کی تلاشی لینے لگے... ایک دیوار پر لگی بڑی اور وزنی تصویر موجود تھی... محمود نے اسے دیوار سے ہٹانا چاہا تو ارشاد کاملوس چلا اٹھا:

''اسے نہ ہلایئے گا۔''

''کیوں... کیا اس طرح کوئی خفیہ راستا کمرے میں کھل جائے گا۔''

''آپ غلط سمجھے... یہ ایک مینجر کی تصویر ہے... ہمارے ایک مذہبی پیشوا کی۔''

''ہمارے سے کیا مراد.. آپ کے اور کس کس کے۔''

''میرے اور اس تمام ہوٹل کے۔''

''کیا مطلب.. یہ کیا بات ہوئی۔''

اچانک انہوں نے ارشاد کاملوس کا رنگ اڑتے دیکھا... انہیں بہت حیرت ہوئی..

''آپ کو اچانک کیا ہو گیا۔''

''کک... کچھ نہیں۔''

''کچھ ہوا تو ہے... آپ کے چہرے کا رنگ بالکل اڑ گیا ہے۔''

''میری طبیعت کچھ خراب ہے.. اور کوئی بات نہیں۔''

''انکل.. اس تصویر کو اتروائیں۔''

اکرام نے اپنے ماتحتوں کو اندر بلا لیا۔

''میں کہتا ہوں.. آپ اس تصویر کو نہ ہٹائیں... ورنہ ہوٹل میں زلزلہ آ جائے گا۔''

''کیا یہ جادو کی تصویر ہے۔''

''نہیں.. یہاں سب اس تصویر کا ادب کرتے ہیں۔''

''حد ہو گئی.. اب تصویروں کا بھی ادب ہونے لگا... پہلے زمانے کے لوگ ضرور بتوں اور تصویروں کو پوجتے تھے..''

''کیوں جناب.. کئی ملکوں میں اب بھی بتوں کی پوجا ہوتی

ہے۔"

"ہاں! ابھی عقل سے پیدل لوگ موجود ہیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

ادھر اکرام کے ماتحت تصویر اتارنے کے لیے آگے بڑھے، ایسے میں ارشاد کا ملوس کی سرد آواز گونجی:

"خبردار! اس تصویر کو ہاتھ نہ لگانا۔"

انہوں نے چونک کر اس طرف دیکھا... اب اس کے ہاتھ میں پستول تھا... اس کا رخ ان کی طرف تھا.. چہرے پر شدید غصے نظر آ رہا تھا:

"دیکھیے جناب! آپ قانون کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں اور اب تو آپ نے پستول بھی تان لیا ہے... گویا ڈبل جرم کر رہے ہیں... ابھی وقت ہے... ہمیں اس تصویر کو اتار لینے دیں.. ورنہ۔" محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"ورنہ کیا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ورنہ ہم بھی اپنے ہتھیار آزمانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"میں آپ لوگوں کو ہتھیار نکالنے کی مہلت دوں گا تب نا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں غضب کا نشانے باز ہوں... ادھر آپ میں سے کسی کا ہاتھ جیب کی طرف جائے گا، میں فائر کر دوں گا۔"

''اس طرح آپ آگ سے کھیلیں گے... آگ سے... دیکھیے میرے ہاتھ میں کیا ہے۔''

ایسے میں پروفیسر داؤد نے کہا... اکرام، محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان کی نظریں جونہی ان کے ہاتھ کی طرف اٹھیں... وہ کانپ گئے... ساتھ ہی ارشاد کاملوس نے ان کے ہاتھ کی طرف دیکھا اور بے ساختہ ہنس پڑا۔



تہہ خانہ نہیں... موت

''نہیں انکل! ہمیں اس شخص کی ضرورت ہے، یہ عدالت میں بہترین گواہ ثابت ہوگا۔'' محمود چلا اٹھا۔

''ارے بھئی تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے... ان کے ہاتھ میں ایک بجھا ہوا سگار ہے.. اور بس... اب کیا یہ مجھے اس بجھے ہوئے سگار سے ہلاک کریں گے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو... تو میں سگار جیب میں رکھ لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے وہ سگار واقعی جیب میں رکھ لیا... لیکن جب ہاتھ باہر نکلا تو ایک سگریٹ ان کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اس سگریٹ کو ہونٹوں تلے دبا لیا۔

''واہ! یہ خوب ہتھیار ہیں... سگار کے بعد سگریٹ۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔'' محمود نے سگریٹ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

''یہ کیا کہا... یہ ٹھیک ہے۔''

''آپ پستول جیب میں رکھ لیں اور ہمیں اس تصویر کو ہٹانے

دیں۔“

”یہ نہیں ہو سکتا...“

”آخر اس تصویر کے پیچھے کیا ہے۔“

”آگے پیچھے کچھ ہونے کی بات نہیں... بات ہے اس تصویر کے مقدس اور متبرک ہونے کی... یہ تصویر ہمارے نزدیک ایک بہت بابرکت تصویر ہے، اس کی وجہ سے ہوٹل میں دولت برستی ہے۔“

”بھئی واہ... تب تو یہ تصویر ہم ساتھ لے جائیں گے... انکل اکرام تصویر اتروائیں۔“

”اتار لو بھئی... پستول کی پروا نہ کرو۔“

”ہاں اور کیا... ایسے پستول تو ہم روز دیکھتے ہیں... یہ ہمارے لیے کون سی نئی چیز ہے۔“

”لیکن یہ بھرا ہوا ہے اور اس میں بارہ گولیاں ہیں اور میرا نشانہ بہت پختہ ہے۔“

”پروفیسر انکل... آپ نے اس کی باتیں سنیں۔“

”ہاں سنیں... میں کش لگا رہا ہوں۔“

”لیکن یہ سلگ کب رہا ہے۔“

”کش لگاتے ہی خود بخود سلگے گا۔“

”اوہ اچھا... گویا سگریٹ ایک قدم اور آگے بڑھ گیا ہے، پہلے اسے سلگانا پڑتا تھا۔“

''ہاں بالکل۔۔۔ یہ دیکھو۔'' یہ کہہ کر انہوں نے کش لگایا۔۔

چٹ کی آواز آئی اور سگریٹ سلگ اٹھا، ادھر اکرام کے آدمی پھر تصویر کی طرف بڑھے۔۔ انہوں نے اس کے نیچے ایک میز رکھنے کے لیے اس کی طرف قدم اٹھائے۔

''خبردار۔۔ اب معاملہ برداشت سے باہر ہے۔۔۔ میں فائر کر رہا ہوں۔'' ارشاد گرجا۔

عین اس لمحے سگریٹ پٹاخے کی طرح چٹخا۔۔۔ اس میں سے ایک تیز چمک نکل کر سیدھی ارشاد کی آنکھوں کی طرف گئی۔۔۔ اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی اور پستول ہاتھ سے چھوٹ گیا۔۔۔ ساتھ ہی وہ چلایا۔۔۔

''اف۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ میں مرا۔۔۔ میری آنکھیں۔۔۔ ان کو کیا ہوا۔''

اس کے دونوں ہاتھ انکھوں پر تھے۔۔۔ اب وہ فرش پر بیٹھ گیا۔ اس حالت میں بھی وہ بری طرح اچھل رہا تھا۔۔۔ کود رہا تھا اور چیخ رہا تھا۔۔۔

''بھائی اس حالت میں بھی شکر کرو۔'' محمود نے کہا۔

''کیا کہا۔۔۔ شکر کروں۔'' وہ چیخا۔

''ہاں اور کیا۔۔ پروفیسر تو سگار پینے لگے تھے۔۔ ذرا سوچو۔۔ سگریٹ پینے سے تمہاری کیا حالت ہوئی۔۔۔ اگر کہیں انہوں نے سگار

پی لیا ہوتا تو کیا بنتا تمہارا۔"

"ارے باپ رے... کیا بنتا۔"

"سگار سے دھوئیں کی ایک تیز لکیر نکلتی اور سیدھی تمہاری آنکھوں میں گھس جاتی... اور تم پٹ سے گر کر مر جاتے... لہٰذا تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم سب... باس تم سے نبٹ لے گا۔"

"وہ کہاں ہے..."

"بہت جلد تمہارے سامنے ہو گا۔"

"تمہارا مطلب ہے... اس تصویر کو ہٹاتے ہی، اس کا مطلب ہے، آخر ہم نے تہہ خانہ تلاش کر ہی لیا۔"

"تہہ خانہ نہیں... موت۔"

"پروا نہیں، اللہ مالک ہے، انکل اکرام، اسے بندھوا لیں... کیونکہ آنکھیں تو اس کی جلد ٹھیک ہو جائیں گی... پھر یہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گا۔"

"ہاں! بالکل... اسے باندھ دو بھئی... اور دو آدمی اس کے سر پر موجود رہیں... کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو سر پر ایک ڈنڈا دے مارنا۔"

"لیکن سر پھاڑ نہ دینا۔" محمود نے فوراً کہا۔

ایسے میں فاروق اندر داخل ہوا... اس کے چہرے پر الجھن

ہی الجھن تھی۔۔۔

''حد ہوگئی۔۔ تم کہاں چلے گئے تھے۔۔ دیکھو! ہم نے معرکہ سر کرلیا ہے۔۔ اب باس ہمارے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔''

''مم۔۔۔ میں آواز کے تعاقب میں گیا تھا۔'' فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کیا۔۔۔ کہا۔۔۔ کس کے تعاقب میں۔''

''آواز کے تعاقب میں۔۔۔''

''اچھا بھائی۔۔ اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو۔''

''کیا خیال ہے انکل۔۔۔ تہہ خانے میں چلیں۔'' محمود نے اکرام کی طرف دیکھا۔

''ابھی نہیں۔۔۔ پہلے وارننگ دی جائے گی۔۔۔ پہلے ایک دو فائر کیے جائیں گے۔۔ تاکہ کوئی اس میں ہو تو باہر نکل آئے۔''

''تو پھر آپ اپنا کام کریں۔''

انہوں نے دو تین بار آواز لگائی۔

''تہہ خانے میں جو کوئی ہے۔۔۔ باہر آجائے۔۔ ورنہ ہم فائر کھول دیں گے۔۔ دھوئیں کا بم بھی اندر گرایا جاسکتا ہے۔''

اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔۔ پھر اکرام نے دو تین فائر کئے۔۔ آخر اس نے کہا:

''نیچے کوئی نہیں ہے۔۔ آؤ۔''

وہ تہہ خانے میں اتر گئے ... وہ بہت شاندار تھا... بلکہ عالی شان تھا... اس میں ہر طرح کی چیزیں موجود تھیں... فرنیچر اور دوسرا سازوسامان بھی... ان سب پر لاکھوں روپے خرچ کر دیے گئے تھے.. گویا وہ عیش کرنے کی جگہ تھی... لیکن وہاں اس وقت کوئی نہیں تھا...

''فاروق! بھلا تم اس وقت کیا کہہ رہے تھے.. تم کس کے تعاقب میں گئے تھے۔''

جواب میں فاروق نے کچھ نہ کہا.. انہوں نے حیران ہو کر نیچے دیکھا.. وہاں فاروق نہیں تھا..

''ارے... وہ اوپر ہی رہ گیا... فاروق تم اوپر ہو کیا۔''

''جی نہیں... وہ واپس چلے گئے ... جس طرف سے تھوڑی دیر پہلے آئے تھے... غالباً اسی طرف چلے گئے۔''

''پتا نہیں.. اسے کیا ہو گیا ہے.. انکل آپ اپنا کام شروع کرا دیں.. ہال سے انگلیوں کے نشانات وغیرہ اٹھوالیں.. اچھی طرح تلاشی لے لیں.. ہم ذرا دیکھیں.. فاروق کہاں ہے۔''

''اوہو.. یہ کیا.. یہ ہینڈل سا کیسا ہے۔'' فرزانہ نے چونک کر کہا۔

انہوں نے دیکھا.. ایک الماری کے دروازے پر عجیب سا ہینڈل لگا ہوا تھا..

''بھئی ہینڈل ہے.. الماری کا دروازہ کھولنے کے لیے۔''

''اس کو گھما کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔''

یہ کہہ کر فرزانہ نے ہینڈل گھما دیا... اور پھر وہ سب اچھل پڑے.. اس الماری میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا.. اور ایک سرنگ نما راستہ وہاں موجود تھا۔

''تہہ خانے میں سرنگ.. یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''آؤ جلدی کرو.. باس یہاں موجود تھا.. وہ اس سرنگ سے نکلا جا رہا ہے۔''

سرنگ زیادہ بڑی نہیں تھی... انہیں جھک کر چلنا پڑا تھا.. صرف چند منٹ بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ فاروق وہاں بے ہوش پڑا تھا اور آس پاس کوئی نہیں تھا.. انہوں نے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا... یہ ہوٹل کا پچھلا حصہ تھا اور اس حصے میں ملازمین کے کوارٹر تھے، یہ کمرہ بھی ایک کوارٹر تھا۔ چند لمحے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے... پھر انہوں نے فاروق کو ہلایا جلایا.. آخر اس نے آنکھیں کھول دیں.. اس نے فوراً کہا:

''کک... کیا وہ نکل گیا۔''

''کون؟''

''بوڑھا بیرا خان زادہ اور باس۔''

''کیا مطلب.. باس یہاں تھا۔''

”نہیں۔۔۔ یہاں تو صرف خان زادہ تھا۔۔۔ وہی بوڑھا بیرا جس سے ہم نے ملاقات کی تھی۔۔۔ پھر وہ اندر یہاں اپنے کمرے میں آ گیا تھا اور میں نے بھی اس کا یہاں تک تعاقب کیا تھا۔ یہاں آ کر اس نے کوارٹر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔۔۔ میں چند لمحے تک سن گن لیتا رہا۔۔۔ لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی۔۔۔ پھر میں پائپ کے ذریعے اوپر چڑھا اور مکان میں اتر گیا۔۔۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہاں وہ بوڑھا نہیں تھا... لیکن بیرونی دروازہ اندر سے بدستور بند تھا... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اس کوارٹر سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستا موجود تھا... میں اس راستے کو تلاش کرتا رہا، لیکن کامیاب نہ ہوا۔۔۔ پھر میں تم لوگوں کی طرف چلا گیا۔۔۔ وہاں جب میں نے دیکھا کہ ایک عدد تہہ خانہ نمودار ہو رہا ہے تو میں فوراً سمجھ گیا کہ اس تہہ خانے کا تعلق اس کوارٹر سے ہے... اور جب ادھر سے تہہ خانے کھولا جائے گا تو نیچے موجود لوگ خفیہ راستے سے اس کوارٹر کی طرف چلے جائیں گے... چنانچہ میں فوراً اس طرف دوڑا... لیکن مجھے دیر ہو گئی... مجھ سے غلطی یہ ہو گئی کہ میں یک دم اندر داخل ہو گیا... وہ لوگ پہلے ہی کوارٹر میں پہنچ چکے تھے اور انہوں نے مجھے آتے دیکھ لیا تھا، لہٰذا جونہی میں اندر داخل ہوا، انہوں نے کوئی چیز میرے سر پر ماری، میں چکرا کر گرا اور وہ نکل گئے...“

”وہ کون تھے۔۔۔ کیا تم انہیں دیکھ سکے۔“

''نہیں۔۔ ان میں سے ایک تو وہی بوڑھا بیرا تھا۔۔ دوسرے کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔ یہ تم بتاؤ۔''

''تب وہ ضرور اس سارے چکر کا باس تھا۔۔ اور اس کا نام مسٹر کراؤن ہے۔''

''لیکن افسوس! وہ نکل گیا۔۔ ہاتھ آیا شکار ہم نے چھوڑ دیا۔''

خان رحمان کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔

''اب جمشید ہمارا مذاق اڑائے گا۔''

''ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔۔۔ انکل اکرام کے ماتحتوں کو باس کے کمرے سے انگلیوں کے نشانات ضرور ملیں ہوں گے۔۔''

''ہاں! میں ان نشانات پر کام شروع کرتا ہوں۔۔۔ لیکن اب آپ لوگ کیا کریں گے۔''

''میرا خیال ہے۔۔۔ ہم اس کیس پر کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔۔۔ لہٰذا جاکر آرام کریں گے۔''

''بھئی واہ۔۔ تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔'' پروفیسر داؤد نے کہا۔

''جی نہیں تو۔۔ میں نے تو نہیں چھینی۔۔ ویسے یہ چھینا جھپٹی کا کام مجھے آتا بھی نہیں۔'' خان رحمان مسکرائے۔

''لگتا ہے۔۔۔ ہماری صحبت میں رہ کر آپ نے بھی رنگ پکڑ لیا۔۔ بالکل ہمارے انداز میں باتیں کررہے ہیں۔''

''لیکن... سوال یہ ہے کہ ہم آرام کیوں کریں۔''

''گھر چلتے ہیں انکل... یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ ابا جان نے اس کیس میں اب تک کیا کیا ہے۔''

''اوہ ہاں... واقعی۔''

اور پھر وہ گھر پہنچ گئے... انسپکٹر جمشید نے ہنستے ہوئے ان کا استقبال کیا۔

''آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔''

''تمہاری کامیابیوں اور ناکامیوں پر۔''

''شکریہ + افسوس۔'' فاروق مسکرایا۔

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''یہ کیا بات ہوئی... شکریہ + افسوس۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''کامیابیوں اور ناکامیوں پر ہنس رہے ہیں نا... کامیابیوں پر ہنسنے کا شکریہ اور ناکامیوں پر ہنسنے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔''

''اچھا چپ! اب تم سے کون مغز مارے۔''

''اس پر غور کر لیتے ہیں۔'' فاروق نے کہا۔

''کس پر۔'' خان رحمان بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''اس پر کہ اب مجھ سے کون مغز مارے گا۔''

''حد ہو گئی... ہے کوئی تک۔'' فرزانہ تلملائی۔

''مہربانی فرما کر ابا جان! آپ وضاحت کر دیں... ہم پر ہنسنے کی آپ کو ایسی کون سی خاص ضرورت پیش آ گئی۔''

''ہاتھ آئے مجرم کو فرار ہونے کا موقع دے دیا اور میں ہنسوں بھی نہ۔''

''آپ کو کیسے پتا چلا۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بس! چل گیا پتا... ویسے میں بتا سکتا ہوں... مجرم کون تھا، اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ شروع سے لے کر اب تک اس کیس میں تم سے کیا بھول ہوئی ہے... اگر شروع میں ہی تم اس بات کو بھول نہ جاتے تو مجرم کب کا تمہاری مٹھی میں ہوتا۔''

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''کس بات پر گھبرائے اور کس بات پر شکریہ ادا کیا۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

''اس بات پر کہ مجرم میری مٹھی میں نہیں ہے... کاٹ نہ کھاتا وہ۔''

''ابا جان جلدی سے بتائیں... مجرم کون ہے اور ہم سے کیا بھول ہوئی ہے۔''

''مجرم کا تو تم نے اندازہ لگا لیا... لیکن اب اصل مسئلہ اس کی گرفتاری کا ہے... پہلے تم آسانی سے اسے پکڑ سکتے تھے... یعنی ہوٹل راگ میں۔''

"آپ کا مطلب ہے.. مجرم مسٹر کراؤن ہی ہے۔"

"ہاں! اس میں شک نہیں... لیکن اصل غلطی فاروق سے ہوئی.. فاروق تم بتاؤ... ہوٹل کے ہال میں کیوں اچھلے تھے.. اور تم بتاؤ.. تم نے اس کے اچھلنے کو کیوں اہمیت نہ دی۔"

"دیکھا.. میرا اچھلنا کتنا اہم تھا۔" فاروق مسکرایا۔

"حد ہوگئی.. میں نے کیا پوچھا ہے۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"میں نے خیال کیا... بلاوجہ اچھل رہا ہے... اپنی اہمیت جتانا چاہتا ہے۔"

"اچھا خیر... اب تم بتاؤ... تم نے انہیں وجہ کیوں نہ بتادی، اکیلے ہی بوڑھے بیرے کے کوارٹر کی طرف کیوں چلے گئے۔"

"میں نے سوچا تھا... میں ان سے آگے نکل جاؤں... اکیلا ہی مجرم کو پکڑ لوں اور ان کا مذاق اڑا سکوں۔"

فاروق نے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

"اگر تم ایسا نہ کرتے... اپنے اچھلنے کی وجہ انہیں بتا دیتے تو مجرم نہ نکل سکتا۔"

"مجھے افسوس ہے ابا جان۔"

"چلو خیر... کوئی بات نہیں..."

"لیکن یہ صاحب کیوں اچھلے تھے۔"

”میں اندازہ لگا چکا ہوں۔۔ خفیہ کارکن مجھے اس کی تمام نقل و حرکت کی تفصیل بتا چکا ہے۔۔۔ اور میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ عمارت نمبر 1 کے پاس کار میں جو شخص بیٹھا تھا۔۔۔ وہی باس تھا۔۔۔ اور باس فاروق کو اغوا کر کے ہوٹل راگ کے تہہ خانے میں ہی لایا تھا۔۔ اس کا اصل کارندہ وہ بوڑھا بیرا ہے۔۔۔ یعنی خان زادہ۔۔۔ تہہ خانے میں فاروق کے پاس وہی موجود رہا تھا۔۔۔ تہہ خانے میں ہی اسے ہوش آیا تھا اور اس نے خان زادہ کی آواز سنی تھی۔۔۔ لیکن آنکھوں سے اسے دیکھ نہیں سکا تھا یا پھر اس نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔۔۔ اس لیے جب اس نے ہوٹل میں اس کی آواز سنی تو یہ اچھلا تھا۔۔۔ کیوں فاروق۔۔۔ یہی بات ہے۔“

”ج۔۔۔ جی۔۔۔ بالکل یہی بات ہے۔۔۔ آپ تو کمال کرتے ہیں۔“

”بہت خوب! تب مسٹر کراؤن ہی اصل مجرم ہے۔۔۔ اور تم سے شروع سے جو غلطی ہوئی۔۔۔ اس پر مجھے افسوس ہے، افسوس رہے گا۔“ انہوں نے کہا۔

”جی۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ اور بھی غلطی ہم سے ہوئی ہے۔۔۔ یعنی فاروق کے اکیلے خان زادہ کے کوارٹر کی طرف جانے والی غلطی اور ہم نے اس سے اچھلنے کی وجہ نہ پوچھ کر جو غلطی کی ہے۔۔۔ اس کے علاوہ؟“

"ہاں! وہ غلطی تو کیس کے شروع میں ہی تم سے ہو گئی تھی۔"

وہ مسکرائے۔

"آخر وہ کیا غلطی تھی۔"

"اب آپ بتائیں.. خان رحمان اور پروفیسر صاحب۔"

"ہم.. ہم کیا بتائیں۔"

"آپ لوگ میرے مشورے تک کے بغیر کیس حل کرنے چلے تھے۔"

"ایک طرح سے ہم نے کیس تو حل کر ہی لیا... لیکن مجرم ہاتھ سے نکل گیا۔" خان رحمان بولے۔

"جی نہیں... ایک طرح ابھی کیس حل نہیں کیا جا سکا... اس لیے کہ آپ لوگ یہ معلوم نہیں کر سکے کہ مسٹر کراؤن نے شیخ بابر کو کیوں قتل کیا تھا۔"

"ارے!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔



فلاحی ادارہ

وہ چونکے اس لیے تھے کہ اس بات کو تو وہ بھول ہی گئے تھے۔ حالانکہ کیس شروع وہیں سے ہوا تھا... اب وہ حیرت زدہ سے ان کی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے۔

''حد ہوگئی... اس بات کو تو ہم بھول ہی گئے... ہے کوئی تک۔'' پروفیسر داؤد نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''آپ بھول رہے ہیں... آپ محمود نہیں ہیں۔'' خان رحمان ہنسے۔

''تو کیا ہوا... محمود بھی تو پروفیسر داؤد نہیں ہے۔'' انہوں نے پٹ سے جواب دیا۔

وہ ہنس پڑے..

''کیوں فرزانہ! تم نے یہ کیس حل کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی بس.. وہ.. ہاں... اپنی طرف سے تو حل ہی کیا ہے۔'' اس نے گڑبڑا کر کہا۔

''کیا خاک حل کیا ہے... نہ مجرم کو گرفتار کر سکے... نہ یہ معلوم کر سکے کہ اصل مجرم نے مقتول کو کس لیے قتل کیا تھا۔''

''ہمیں مہلت دیں.. یہ کام بھی کر ڈالیں گے ان شاء اللہ۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''میں جانتا ہوں۔'' وہ مسکرائے۔

''آپ.. آپ کیا جانتے ہیں۔'' محمود ہکلایا۔

''یہ کہ تم معلوم کر لو گے... لیکن مجرم کو پکڑنا اب تمہارے بس میں نہیں رہا۔''

''لیکن کیوں ابا جان! ہم نے اس تہہ خانے سے انگلیوں کے نشانات اٹھوا لیے ہیں۔''

''وہ ٹھیک ہے.. لیکن تم ان نشانات سے بھی اس تک نہیں پہنچ سکو گے... اس لیے کہ سات پردوں میں چھپا بیٹھا ہوا ہے... ہاں اگر تم سے شروع میں وہ غلطی نہ ہو جاتی.. تو پھر ضرور اس وقت مجرم تمہارے قابو میں ہوتا ہے۔''

''آخر وہ کون سی غلطی ہے۔''

''میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں... سوچو.. غور کرو.. اور معلوم کرو.. پھر مجھ سے بات کرو۔''

''جی اچھا... اچھا اچھا اور اچھا۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''یار کیا اچھا لگا رکھی ہے۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''ابا جان کی ہر بات کا جواب دیا ہے۔''

خان رحمان اور پروفیسر داؤد مسکرا دیے، پھر وہ ایک کمرے میں بیٹھ گئے، سوچ میں گم ہو گئے... اس دوران انہوں نے بحث بھی کی... وہ وجہ جاننے کی پوری کوشش کی... کیس پر شروع سے لے کر آخر تک غور کیا... اور اس طرح ایک گھنٹا گزر گیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دے ڈالی اور بولے:

''ایک گھنٹا پورا ہو گیا ہے' کیا آپ سوچ چکے.. کیا پوزیشن ہے۔''

''جی.. ڈھاک کے وہی تین پات۔''

''یہ کہاں سے آ گئے۔'' انسپکٹر جمشید نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''محاورات کی دنیا سے۔'' فاروق بولا۔

ساتھ ہی انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

''اوہو! منہ لٹکے ہوئے ہیں، اس کا مطلب ہے... آپ لوگ وجہ معلوم نہیں کر سکے۔''

''ہاں جمشید! یہی بات ہے۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی.. محمود نے جلدی سے ریسیور کان سے لگا لیا، دوسری طرف اکرام پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا:

"انگلیوں کے نشانات سے کام بن گیا... جلد میرے پاس آجائیں... ہم ان شاء اللہ مجرم کو پکڑ لیں گے۔"

"بہت خوب! ہم تو ادھر ہتھیار ڈالنے ہی والے تھے۔"

"نہ نہ... ابھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت خوب! ہم آرہے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا اور ان سے بولا:

"ہم بہت جلد مجرم کو گرفتار کر لیں گے... آؤ بھئی چلیں۔"

"بہت خوب!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

اور پھر وہ گھر سے نکل گئے... دفتر پہنچے... اکرام ان کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا:

"ہاں! انکل جلدی بتائیں... تاکہ ابا جان کو بتا سکیں گے... ہم بھی کسی سے کم نہیں۔"

"بھئی ایسا نہ کہو... جمشید سے بہر حال تم کم ہو۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا..." پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

"یہ... یہ کیا... اپنی پارٹی میں پھوٹ... بغاوت کے آثار۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"سوری انکل... ہم ان کے برابر ہرگز نہیں... بلکہ ہم تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔"

''ہاں! اب ٹھیک ہے۔'' دونوں مسکرا دیے۔

''اب بتائیے انکل.. آپ کیا کہتے ہیں۔''

''یہ رہے وہ نشانات جو ہمیں تہہ خانے سے ملے ہیں... اس میں سے ایک نشانات تو اس بوڑھے بیرے یعنی خان زادہ کے ہیں، دوسرے نشانات ضرور مسٹر کراؤن کے ہیں... میں نے اپنی فائل میں ان نشانات کو تلاش کیا ہے.. یہ ایک پرانے مجرم کے ثابت ہو گئے ہیں' اس کا نام زوار کالیا ہے.. شروع میں یہ صرف چوریاں کرتا تھا.. کئی بار پکڑا گیا، پھر سزا کاٹ کر باہر آیا.. پھر اس نے بڑے بڑے ہاتھ مارنے شروع کیے... آخر ایک گروہ بنالیا.. کئی بار اس کے گروہ کے آدمی بھی پکڑے گئے... یہ خود بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوا... لیکن چونکہ بات صرف ڈاکوں تک تھی، اس لیے زیادہ سزا نہ مل سکی.. باہر آتا رہا.. جاتا رہا.. اس کے بعد یہ غائب ہو گیا.. گویا اس کے بعد یہ پکڑا نہیں گیا.. پھر اس کے ہاتھ وہ پروفیسر تالموٹ یعنی مداری لگ گیا' اس کے ذریعے اس نے کچھ لوگوں کو اپنے قابو میں کرلیا... اور دولت جمع کرنے لگا... یہاں تک کہ اس نے مسٹر کراؤن کے نام سے راگ ہوٹل خرید لیا... حلیہ تبدیل کرلیا... اب یہ صرف تالموٹ اور اپنے گروہ کے ذریعے کام لینے لگا... خود محفوظ رہا... ہاں ایک بات بتانا بھول گیا ، یعنی یہ صرف چوریاں کرتا تھا، ڈاکے ڈالتا تھا اور پکڑا بھی جاتا تھا، ان دنوں اس کی گرفتاری کئی بار ایک سب انسپکٹر کے ذریعے ہوئی لیکن پھر

ان میں یارانہ ہو گیا۔۔ اس طرح اس کی گرفتاری کا سلسلہ رک گیا۔۔
گویا وہ پولیس آفیسر اس کا مددگار بن گیا... یا مسٹر کراؤن عرف زوار
کالیا مال میں سے اس کا حصہ نکالنے لگا... اس طرح وہ اس کے ساتھ
رہنے لگ گیا... لیکن یہ صرف خبریں اڑیں تھیں... اس بات کا کوئی
ثبوت نہیں مل سکا تھا... سب انسپکٹر سے پوچھ گچھ بھی ہوئی تھی... لیکن
پھر پولیس آفیسر نے اسے شک سے بری قرار دے دیا تھا۔ یہ ہے کل
کہانی۔''

''اس... اس پولیس آفیسر کا نام کیا ہے۔'' محمود نے کانپتی
آواز میں کہا۔

''لیکن بھئی۔۔ اس میں کانپنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''کانپنے کی ضرورت ہے۔۔ شاید ہمارے سامنے وہ غلطی
آنے لگی ہے جس کا ذکر ابا جان کر رہے تھے۔''

''اوہ۔۔ اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''جلدی بتائیں انکل۔''

اکرام نے انہیں نام بتا دیا۔۔ وہ بری طرح اچھلے۔۔ اب جو
انہوں نے کیس پر شروع سے غور کیا۔۔ تو انہیں اس غلطی کا احساس
ہو گیا۔۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''آؤ بھئی چلیں۔۔ پہلے ہی بہت دیر کر دی ہم نے۔۔ افسوس'
ابا جان ٹھیک کہہ رہے تھے۔۔ ہم سے اگر شروع میں یہ غلطی نہ ہو جاتی تو

مجرم ہماری مٹھی میں تھا۔۔ انکل اکرام آپ ہمارے ساتھ چل رہے ہیں نا۔۔ کیونکہ معاملہ ایک پولیس آفیسر کا ہے۔''

''ہاں! ٹھیک ہے۔''

''بلکہ آپ اپنے چند سادہ لباس والوں کو بھی لے چلیں۔۔۔ کہیں وہ گڑبڑ پر نہ اتر آئے۔''

''ہوں ٹھیک ہے۔''

مکمل تیاری کر کے وہ پولیس کی گاڑی میں روانہ ہوئے لیکن ابھی گاڑی روانہ ہوئی ہی تھی کہ محمود نے کہا:

''ایک منٹ انکل۔''

اکرام نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہم غلطی کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب۔''

''اگر ہم نے پولیس آفیسر کو گرفتار کر لیا۔۔۔ تو اس کی خبر فوری طور پر باس کو ہو جائے گی اور باس غائب ہو جائے گا۔۔۔ یعنی پھر وہ ہمارے ہاتھ مشکل سے آئے گا۔''

''بات معقول ہے۔۔ تب پھر۔''

''یہ پروگرام واپس۔۔ ہم اس کی طرف نگرانی کریں گے۔''

''بات معقول ہے۔۔'' اکرام مسکرایا۔

''اور یہ کام صرف ہم کریں گے۔۔۔ آپ ہمارے ساتھ نہیں

ہوں گے۔" محمود نے کہا۔

"دیکھ لیں.. لوگ خطرناک ہیں۔"

"دیکھ لیں گے.. آپ فکر نہ کریں۔"

"اوکے... آپ کی مرضی۔"

اور پھر وہ وہاں سے چلے آئے... پولیس آفیسر کی نگرانی کا کام انہوں نے اسی وقت شروع کر دیا.. انہوں نے اپنے حلیوں میں تبدیلی کر لی.. اور ایک عام سی کار میں پولیس اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر پہنچ گئے۔

"میں آواز تبدیل کر کے فون کرتا ہوں... تاکہ معلوم ہو... وہ صاحب پولیس اسٹیشن میں ہیں بھی یا نہیں۔" محمود نے کہا اور ایک پبلک فون بوتھ کی طرف چلا گیا... موبائل سے فون کرنا اس وقت مناسب نہیں تھا... اس نے نمبر ملائے اور پولیس آفیسر کا نام لے کر پوچھا:

""" کیا وہ موجود ہیں۔"

"آپ کون ہیں۔"

"ان کا ایک گاہک.." اس نے ایسے ہی کہہ دیا.. سوچے سمجھے بغیر...

"ہاں! موجود ہیں۔"

"کس وقت تک یہاں ٹھہریں گے۔"

''ایک گھنٹے تک، اس کے بعد چلے جائیں گے... آپ کو آنا ہے تو ایک گھنٹے سے پہلے پہلے آئیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

محمود واپس گاڑی میں آ گیا۔

''اب کیا کیا جائے.. ایک گھنٹہ گزارنا تو بہت مشکل ہے۔''

''چلو کہیں گھوم پھر آتے ہیں..''

انہوں نے ایک گھنٹہ گھوم پھر کر گزارا.. پھر واپس وہیں آ گئے.. آخر تھوڑی دیر بعد پولیس آفیسر نکلتا نظر آیا... وہ اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ رہا تھا.. آخر وہ روانہ ہو گیا.. انہوں نے کار اس کے پیچھے لگا دی... خان رحمان ڈرائیونگ کر رہے تھے اور تعاقب کرنے کا انہیں بہت تجربہ تھا.. ان کے ساتھ رہ کر وہ بھی پورے جاسوس بن چکے تھے.. ایسے میں پروفیسر بولے:

''کیا اس موقعے پر ہم انسپکٹر جمشید کو ساتھ نہ لے لیں۔''

''وہ ہمارے ساتھ جائیں گے نہیں... انہیں تو پہلے ہی معلوم ہے... مجرم کون ہے... اور کہاں ہے.. کیونکہ وہ پہلے سے انسپکٹر صاحب کی نگرانی کراتے رہے ہیں.. جب کہ ہم نے یہ کام اب شروع کیا ہے۔''

''لیکن وہ غلطی کیا تھی.. اس کا ہمیں ابھی تک اندازہ نہیں ہوا۔''

''اب ہم اس غلطی کے باوجود مجرم کو گرفتار کرلیں گے... ہم سے وہ غلطی نہ ہوتی تو مجرم بہت پہلے گرفتار ہو گیا تھا.. بس فرق صرف یہ پڑا ہے۔''

ان کا تعاقب جاری رہا.. آخر انسپکٹر کی موٹر سائیکل ایک بڑی سی عمارت میں داخل ہو گئی.. عمارت کے باہر لکھا تھا:

''فلاحی ادارہ۔''

فلاحی ادارہ کے ڈائریکٹر کا نام رضوان بیگ تھا... بورڈ پر تفصیلات درج تھیں کہ یہ ادارہ لوگوں کی مدد کرتا ہے.. آپ کو کسی بھی قسم کی پریشانی ہے.. دکھ ہے.. تکلیف ہے... ادارہ آپ کی مدد کرے گا۔

''بھئی واہ . اتنے اچھے ادارے میں اتنے برے آدمی کا کیا کام۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''ہو سکتا ہے.. ادارہ باہر سے اچھا اور اندر سے خراب ہو۔''

''ہاں! اس بات کا امکان ہے.. لیکن ہم مصیبت زدہ بن کر اندر داخل ہو سکتے ہیں نا..''

''میرا خیال ہے.. پروفیسر انکل اور خان رحمان چلے جائیں ' ہم باہر ٹھہریں گے... تا کہ پولیس آفیسر صاحب باہر آجائیں تو ان کا تعاقب جاری رکھا جائے.. ہو سکتا ہے.. وہ یہاں یونہی آئے ہوں.. یا کسی کی مدد کرنے کا ارادہ ہو.. اس ادارے کو چندہ وغیرہ دیتے

ہوں۔"

"اچھی بات ہے.. میک اپ میں تو ہم ہیں ہی... چندہ دینے کے لیے اندر چلے جاتے ہیں۔"

"ٹھیک رہے گا۔"

پروفیسر داؤد اور خان رحمان کار سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھے.. دروازے پر کوئی نگران وغیرہ نہیں تھا.. لہٰذا وہ دروازے پر دستک دینے کے بعد باہر کھڑے رہے... آخر ایک ملازم باہر نکلا... اس نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہا:

"فرمائیے.."

"ہمیں ڈائریکٹر صاحب سے ملنا ہے... کچھ چندہ وغیرہ دینے کا پروگرام ہے۔"

"اچھا آئیے۔"

وہ انہیں ایک کمرے میں لے آیا.. اندر ایک بڑی میز کے دوسری طرف ایک آدمی بیٹھا تھا.. وہ درمیانے سے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا.. اس کے سامنے وہ پولیس آفیسر بیٹھا تھا جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں تک آئے تھے.. جب وہ اندر داخل ہوئے، پولیس آفیسر کہہ رہا تھا:

"میں کچھ خوف محسوس کر رہا ہوں... کچھ دیر پہلے ایک فون آیا تھا.. میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ.." اس کے الفاظ درمیان

میں رہ گئے۔ ۔ اس نے انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

''ہاں جناب! آیئے۔'' سامنے بیٹھا شخص بولا۔

''آپ مسٹر رضوان بیگ ہیں۔''

''جی ہاں!'' اس نے کہا۔

''آپ کا ادارہ کیا کیا فلاحی کام کرتا ہے۔ ۔ ۔ دراصل ہم کچھ چندہ دینا چاہتے ہیں۔ ۔ فلاحی اداروں کو چندہ دینا ہمارا شوق ہے۔''

''بہت اچھا شوق ہے۔ ۔ ۔ آپ تشریف رکھیے۔ ۔ ہمارا ادارہ غریبوں، بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرتا ہے۔ ۔ ۔ زخمیوں کے لیے دوائیں اور دوسری چیزیں مہیا کرتا ہے۔ ۔ ۔ کہیں آگ لگ جائے تو فوراً مدد کے لیے وہاں جاتا ہے۔ ۔''

''آپ کے پاس کتنے آدمی کام کرتے ہیں۔''

''قریباً پندرہ آدمی کام کرتے ہیں۔''

''لیکن یہاں تو اس ملازم کے سوا کوئی اور نظر نہیں آ رہا۔ ۔ پولیس آفیسر صاحب موجود ہیں۔''

''مم۔ ۔ میں تو خود چندہ دینے آیا تھا۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''اوہ اچھا۔''

''ملازمین اس وقت ضرورت مندوں کی تلاش میں گئے ہیں، انہیں یہ کام بھی تو کرنا پڑتا ہے نا۔''

''اوہ ہاں۔۔ واقعی۔۔۔ اچھا جناب! یہ ہماری طرف سے پانچ ہزار روپے وصول کریں۔۔ رسید لکھ دیں۔''

''ہاں! ضرور۔۔ کیوں نہیں۔۔ شکریہ۔۔۔ بہت بہت۔''

خان رحمان نے پانچ نوٹ گن دیے۔۔ اس نے رسید لکھ دی' اور وہ اٹھ کر باہر آ گئے۔

''کیا رہا انکل۔''

''پانچ ہزار روپے ضائع کر دیے۔۔ اب میرے پانچ ہزار کا کیا بنے گا۔۔ یہ فلاحی ادارہ نہیں ہے۔۔ بس ایسے ہی بورڈ لگا رکھا ہے۔۔ تا کہ یہاں بیٹھ کر اپنا کام کرتے رہیں۔۔''

''جب ہم اس دفتر پر قبضہ کریں گے تو آپ کے پانچ ہزار آپ کو واپس مل جائیں گے۔''

''اچھا خیر۔۔۔ اب کیا کرنا ہے۔۔۔ وہ پولیس آفیسر تو اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔۔۔ ویسے جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہ انسپکٹر کہہ رہا تھا، میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔۔ آخر اس فلاحی ادارے میں خوف کا کیا کام۔''

''ہوں! مشکل یہ ہے کہ ابھی ہم ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔۔۔ پہلے صرف پولیس آفیسر صاحب کو غائب کریں گے۔۔۔ اس طرح کہ مسٹر کراؤن کو کانوں کان خبر نہ ہو۔۔۔ اس سے بات اگلوائیں گے۔۔۔ پھر مسٹر کراؤن کی باری آئے گی۔''

''لیکن اس عمارت سے تعاقب بہر حال دونوں کا کیا جائے گا۔''

''ہاں! اس کی ضرورت ہے..''

وہ باہر انتظار کرتے رہے... آخر پہلے پولیس آفیسر باہر نکلا، وہ طے کر چکے تھے کہ کس کو کس کا تعاقب کرنا ہے... چنانچہ محمود اور خان رحمان اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے.. اور گاڑی بھی لے گئے۔

''اب پہلے ہمیں گاڑی کا انتظام کرنا چاہیے۔'' فاروق بولا۔ ساتھ ہی اس نے اکرام کو فون کیا.. ایک گاڑی اس جگہ بھیجنے کے لیے کہا۔

''اور اگر گاڑی آنے سے پہلے وہ باہر نکل آیا۔''

''ہاں! اس کا امکان ہے... لہٰذا ہمیں ایک عدد ٹیکسی پہلے سے روک لینی چاہیے۔'' فرزانہ نے کہا۔

فاروق نے پاس سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روک لیا اور تینوں اس میں بیٹھ گئے.. ڈرائیور نے ان کی طرف دیکھا اور بولا:

''ہاں! جناب! فرمائیے۔''

''انتظار کرنا ہے۔''

''میں انتظار کا بھی بل لوں گا۔'' اس نے منہ بنایا۔

جلد ہی سرکاری گاڑی وہاں پہنچ گئی.. فاروق نے اس کو دیکھ کر کہا:

''اوہ... ہماری گاڑی آ گئی... آپ کا کتنا بل بنا جناب۔''

''پچاس روپے دے دیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

انہوں نے پچاس روپے ادا کر دیے اور خود سرکاری گاڑی میں بیٹھ گئے... پھر ایک گھنٹے تک انہیں انتظار کرنا پڑا... اس کے بعد کہیں جا کر مسٹر کراؤن باہر نکلا.. پروفیسر داؤد بولے:

''وہ.. وہ یہی ہے۔''

''اوہ اچھا..'' فاروق نے کہا اور تیار ہو گیا..

مسٹر کراؤن اپنی کار میں اس عمارت سے نکلا تھا، پھر جونہی وہ سڑک پر آیا، انہوں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا.. تعاقب نصف گھنٹے تک جاری رہا.. فاروق مناسب فاصلہ رکھ کر تعاقب کیا تھا، اسے شک بھی نہ ہو سکا... اور انہوں نے اسے ہوٹل راگ والی سڑک پر مڑتے دیکھا.. وہ چونک اٹھے.. پروفیسر داؤد بے ساختہ بول اٹھے:

''تو یہ وہیں رہتا ہے.. اس تہہ خانے کے علاوہ اس کا وہاں کوئی کمرہ ہے۔''

''جی ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''لیکن یہ ہم سے پہلے ہوٹل پہنچ جائے گا اور پھر یہ وہاں پہنچ کر غائب ہو جائے گا۔''

''تب پھر ہم دوسرا طریقہ اختیار کیے لیتے ہیں۔'' فرزانہ نے کہا۔

''اور وہ کیا۔'' پروفیسر بولے۔

''اس سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔۔''

فاروق نے رفتار بڑھادی اور اس کی کار اس سے آگے نکل گئی۔۔ پھر وہ اس سے کئی منٹ پہلے ہوٹل راگ پہنچ گئے۔۔۔ اب وہ ہوٹل کی مختلف جگہوں پر موجود تھے۔۔

جلد ہی انہیں مسٹر کراؤن کے رہائشی کمرے کا علم ہو چکا تھا۔۔ عین اس لمحے محمود کا فون انہیں ملا۔



مجرم صاحبان

''وہ اس وقت اپنے گھر میں ہے اور یہاں سے ہم اسے قابو میں کر سکتے ہیں۔''

''دوسری طرف مسٹر کراؤن کا ٹھکانہ ہم نے دیکھ لیا ہے۔''

''بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔۔ اب ایسا کرتے ہیں کہ پہلے انکل اکرام کے ذریعے انسپکٹر صاحب کی گرفتاری کروا لیتے ہیں۔۔۔ ادھر ہم بدستور اس جگہ کی نگرانی کریں گے۔۔۔ پھر ابا جان کی موجودگی میں اس پر ہاتھ ڈالا جائے گا۔۔۔ تاکہ انہیں بتا سکیں کہ آخر کار ہم مجرم تک پہنچ ہی گئے۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

محمود نے اسی وقت اکرام کو فون کیا۔۔ صورت حال اسے بتائی تو وہ حرکت میں آ گیا۔۔۔ اس نے وارنٹ گرفتاری بھی حاصل کر لیے۔۔ پھر وہ اس پولیس آفیسر کو گرفتار کر کے ہوٹل کے باہر لے آیا۔۔ وہاں فاروق اسے راستہ دکھانے کے لیے موجود تھا۔

''انکل ہوٹل کی پچھلی طرف اندر جانا ہے۔''

''اوہ اچھا..'' اس نے چونک کر کہا۔

''اور ابا جان نہیں آئے۔''

''انہیں بتا دیا تھا.. آتے ہی ہوں گے۔''

اسی وقت انسپکٹر جمشید بھی پہنچ گئے.. فاروق نے انہیں مختصر طور پر تفصیل سنائی.. انسپکٹر جمشید کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''آخر تم نے کیس حل کر لیا... لیکن میرے سوال کا جواب ابھی رہتا ہے.. یہ کہ تم سے شروع میں کیا غلطی ہوئی تھی..''

''چلیے... اس سوال کا جواب آپ دے دیجئے گا۔''

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

وہ ہوٹل کے اندر پہنچے... پہلی منزل پر آخر میں ایک بڑا حصہ مسٹر کراؤن کا اپنا تھا، لیکن وہ یہاں ایک مستقل گاہک کی صورت میں رہ رہا تھا... کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کراؤن ہے... بلکہ وہ تو ایک فلاحی ادارے کا ڈائریکٹر تھا... دولت والے اسے ایک نیک اور دولت مند شخص خیال کرتے تھے محمود، پروفیسر داؤد، فرزانہ اور خان رحمان وہاں باقاعدہ پہرہ دے رہے تھے۔

''اس دوران اس نے کہیں آنے جانے کی کوشش تو نہیں کی۔''

''بالکل نہیں۔''

''خوب.. اب آگے بڑھ کر دستک دو۔''

محمود نے دستک دی۔۔ دروازہ کھلا اور ایک ملازم نظر آیا۔۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ وہی ہوٹل کا بوڑھا بیرا خان زادہ تھا۔۔ انہیں دیکھتے ہی بری طرح اچھلا۔۔ پھر اس نے تیزی سے مڑ کر اندر جانا چاہا۔۔ لیکن انسپکٹر جمشید نے اس کی کلائی پکڑ لی اور اس طرح پکڑی کہ وہ ساکت رہ گیا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔۔۔ انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔۔۔ مسٹر کراؤن ایک کمرے میں مسہری پر نیم دراز تھا۔۔ اس کی مسہری شاہانہ تھی۔۔ کمرے کے ٹھاٹ باٹ شاہانہ تھے۔۔ روپیہ پیسے کی بہایا گیا تھا۔۔ ہر چیز پر اس قدر خرچ کیا گیا تھا کہ دیکھ کر نفرت کا احساس بڑھتا تھا۔۔ لیکن ظاہر ہے۔۔ اس کی کمائی حلال کی تو تھی نہیں کہ خرچ کرتے ہوئے صدمہ ہوتا۔۔

انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ بری طرح اچھلا۔۔۔ پھر ان کے ساتھ سب انسپکٹر ہیبت خان کو دیکھ کر تو اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا:

''لیجئے جناب! آپ کا کھیل ختم ہو گیا۔'' محمود مسکرایا۔

''کیا مطلب۔۔ آپ کون لوگ ہیں۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''آپ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔ انجان تو نہ بنیں۔'' محمود نے کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔''

"تو ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں... آپ دراصل مسٹر کراؤن ہیں... اور یہ مسٹر ہیبت خان ہیں... اب بھی کچھ سمجھے یا نہیں۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں... میں کسی ہیبت خان کو نہیں جانتا... اور نہ میں کراؤن وراؤن ہوں... میرا نام رضوان بیگ ہے اور میں۔"

"اور آپ ایک فلاحی ادارے کے ڈائریکٹر ہیں۔"

"ارے ہاں! آپ تو وہی ہیں جو چندہ دینے کے لیے آئے تھے۔"

"جی ہاں! وہ میرے پانچ ہزار مجھے واپس دے دیں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کسی فلاحی ادارے کے ڈائریکٹر نہیں ہیں... ہیں بھی تو صرف فرضی طور پر... اور فرضی طور پر ہی دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔"

"پتا نہیں آپ کیا باتیں کر رہے ہیں۔"

"بھائی اب چپ چاپ اپنے جرم کا اقرار کرلو۔" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"کون سے جرم کا۔"

"شیخ بابر اور اس جیسے اور نہ جانے کتنے لوگوں کے قتل کا اقرار۔"

''ارے باپ رے... آپ تو مجھے قاتل بنائے دے رہیں، خیر کیا آپ کے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت ہے۔''

''تو اور کیا... ہم ایسے ہی آ گئے۔''

''اچھا کیا ثبوت ہے آپ کے پاس۔''

''ہمارے پاس مسٹر کراؤن کے اس وقت کے نشانات موجود ہیں جب مسٹر کراؤن ہوٹل کے مالک تھے... اب فلاحی ادارے سے بھی ہمیں جو نشانات ملے ہیں... وہ مسٹر کراؤن کے ہی ہیں، اس سے ثابت ہوا، مسٹر کراؤن اور رضوان بیگ ایک ہی شخص ہے... اس سلسلے میں آپ کچھ کہنا پسند کریں گے۔'' محمود نے کہا۔

''آگے چلیں۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''مسٹر تالموٹ حوالات میں ہے... آپ اس سے ہپناٹزم کا کام لیتے تھے، اس سے آپ دوسروں کو قتل کراتے تھے... کیا آپ اس سے انکار کریں گے۔''

''بھلا وہ میری بات کیوں ماننے لگا۔''

''آپ نے اس کے خلاف کچھ ثبوت بنائے ہوئے تھے... ان کی وجہ سے آپ اسے مجبور کرتے تھے کہ وہ آپ کے لیے کام کرتا رہے... اور وہ آپ کے لیے کام کرتا تھا۔''

''آگے چلیے...'' اس نے فکرمند ہو کر کہا۔

''آپ ہمیں ہی آگے چلنے کے لیے کہہ رہے ہیں... کچھ

آپ بھی آگے چلیے۔"

"میں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا۔"

"اکرام... تالموٹ کو یہیں منگوالو۔" انسپکٹر جمشید نے پہلی بار بات کی۔

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... جیسے اب تک ان کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو...

"جی اچھا..." اکرام نے کہا اور فون پر اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیں۔

"تالموٹ اگر میرے خلاف بیان دے دے گا تو کیا اس طرح میں مجرم ثابت ہو جاؤں گا۔"

"جب ہم اس کے ساتھ دوسرے ثبوت عدالت کو دکھائیں گے... اس ہوٹل کا تہہ خانہ دکھائیں گے... انگلیوں کے نشانات دکھائیں گے تو عدالت کیوں آپ کو مجرم نہیں مانے گی... اور پھر ہمارے پاس ایک سب سے بڑا ثبوت اور موجود ہے۔"

"اور وہ کیا۔" اس نے اور زیادہ پریشان ہو کر کہا۔

"کیا خیال ہے بھئی... بتادوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... جی ہاں... اب آپ بتا ہی دیں۔"

"مطلب یہ کہ وہ غلطی بتادوں... جو تم سے شروع میں سرزد ہو گئی تھی اور اگر وہ غلطی نہ ہوتی تو اسی وقت مجرم کو پکڑ لیا جاتا۔"

''آپ کا مطلب ہے... مسٹر کراؤن کو۔''

''ہاں! مسٹر کراؤن کو بھی اور شیخ بابر کے اصل قاتل کو بھی... اوہو.. اس موقع پر میں نے ایاز خالد کو تو بلایا ہی نہیں... یہ کیس دراصل اس سے شروع ہوا تھا... اس نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ اس نے خواب کی حالت میں شیخ بابر کو قتل کر دیا ہے... اکرام بھئی... انہیں بھی یہیں بلا لو... اور ہاں! مسٹر جونی کہاں ہے۔''

''جج... جونی... ہاں اسے تو ہم بھول ہی گئے... ہم نے اس کا اور بھاگو کے گھر تک تعاقب کیا تھا... لہٰذا ہم ان کے گھر دیکھ چکے ہیں۔''

''خوب خوب! بھئی اکرام انہیں بھی لے ہی آؤ... ذرا مزا رہے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا۔

''جی بہتر اور کس کس کو بلاؤں سر۔'' اکرام نے کہا۔

''شیخ بابر کے بچے کو بھی بلا لو... بے چارے کا باپ قتل ہوا ہے... اسے نہ بلانا ناانصافی ہو گی۔''

''جی اچھا... تب پھر آپ یہاں اپنی کارروائی روک لیں۔'' اکرام نے جلدی سے کہا۔

''ضرور... کیوں نہیں... سمجھ لو... رک گئی کارروائی۔'' وہ ہنسے۔

ان کا ایسا موڈ اس وقت ہوتا تھا جب وہ مجرم پر ہاتھ ڈالنے

والے ہوتے تھے اور اس وقت تو مجرم ان کے سامنے ہی تھا...

پھر آدھ گھنٹے بعد سب لوگ وہاں پہنچ گئے... ایاز خالد اور شیخ جابر نے ان سب لوگوں کو دیکھ کر حیرت زدہ انداز میں پلکیں جھپکائیں..

"پہلے میں آپ سب حضرات کی حیرت دور کر دوں... تاکہ آپ لوگ سکون اور اطمینان سے بات سن سکیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے شیخ بابر کے قتل سے شروع کر کے اس وقت تک کے مکمل حالات سنا دیے... پھر بولے:

"اب سوال یہ ہے کہ اس کیس کا مجرم کون ہے... اس کا جواب یہ ہے کہ اس کیس کے مجرم دو ہیں... مسٹر کراؤن تو صرف کرائے کا قاتل ہے... جو لوگ اپنے کسی عزیز کو قتل کرانا چاہتے ہیں... وہ اس کی خدمات حاصل کر لیتے ہیں... اور یہ صاحب تالموٹ جیسے شخص کے ذریعے اسے ختم کر دیتا ہے... تالموٹ اس شخص پر ہپناٹزم کرتا ہے... مثلاً اس نے ایاز خالد پر ہپناٹزم کیا... اسے ٹرانس میں لاکر ہدایات دیں کہ پہلے وہ اس طرح ایک خواب دیکھے گا... پھر خواب میں شیخ بابر کو قتل کرے گا اور آلہ قتل اور خون آلود چیزیں لاکر الماری میں رکھ دے گا... اس نے ایسا ہی کیا... اور وہ یہی خیال کرتا رہا کہ اس نے یہ سب خواب میں کیا ہے... یہاں تک کہ اسے گرفتار کر لیا گیا... اس طرح اس کیس میں ہم شامل ہوئے اور تفتیش کا کام شروع ہوا... اس طرح ہم آخر کار مسٹر کراؤن تک پہنچ گئے... اس سارے کیس میں

اس نے اس کا پوری طرح ساتھ دیا، انہوں نے ایک فلاحی ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اس ہوٹل میں بھی یہ اس ادارے کے کرتا دھرتا کے طور پر مستقل طور پر رہتا ہے... جو چندہ ہاتھ لگتا ہے... اس میں سے کافی حصہ واقعی غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں... تاکہ لوگوں میں نیک نام مشہور ہوں... اور بس۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"اور بس کیا... ابھی بات کہاں ختم ہوئی ہے۔"

"اور بس یہ کہ اب میں کیا کہوں... جب تمہیں اس کیس کی خبر لگی... اور تمہیں ابتدائی معلومات حاصل ہوئیں تو تم ہیبت خان سے یہ پوچھنا بھول گئے کہ یہ صاحب اچانک ایاز خالد کے گھر کس طرح پہنچ گئے، چوکیدار نے ایاز خالد کو دیکھا ضرور تھا، لیکن وہ اس کا گھر نہیں جانتا تھا... دوسری طرف شیخ بابر کے گھر والوں نے فون کر کے ہیبت خان کو بلایا تھا، اس نے لاش کا معائنہ کیا... اپنی کارروائی کی اور چوکیدار تک پہنچ گیا... اب اس نے چوکیدار کو ساتھ لیا اور ایاز خالد کے گھر جا دھمکا، آخر کیسے... آخر کیوں... اسے کس نے بتایا کہ ایاز خالد کا گھر کون سا ہے... وہ کہاں رہتا ہے... یہ تھا وہ سوال... جو اس سے پوچھنے کی ضرورت تھی اور تم لوگوں نے اس سے یہ سوال نہ پوچھا... یہی تمہاری اس کیس میں سب سے خوفناک اور سب سے بڑی غلطی تھی..."

"اوہ اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

ان کی سٹی گم ہو گئی... سکتہ سا ان پر طاری ہو گیا... انسپکٹر

جمشید بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے... کتنے ہی لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے... وہ اس وقت بہت شرم محسوس کر رہے تھے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اور ذرا سوچو! جب ہیبت خان اس سوال کا جواب نہ دے پاتا تو کیا ہوتا... ہم اس پر سختی کرتے اور یہ اسی وقت مسٹر کراؤن کا نام بتا دیتا... پھر ہم اس سے پوچھتے... بھئی... مسٹر کراؤن... ذرا یہ تو بتا دو... اس کیس کا اصل مجرم کون ہے... شیخ بابر کو کون قتل کرانا چاہتا تھا... وہ بھی اس طرح کہ کوئی اصل قاتل پر شک بھی نہ کرے... اور سامنے کی بات مسٹر کراؤن کو شیخ جابر ہی بتا سکتا تھا کہ اس کا ایک تایازاد بھائی ہے... اگر اسے اس کیس میں پھنسا دیا جائے تو کوئی شیخ جابر پر شک تک نہیں کرے گا کیونکہ شیخ بابر نے اپنے بھائی پر ظلم کیا تھا... اس کے حصے کی ساری جائیداد دھوکے سے ہتھیا لی تھی... شیخ جابر کو اس نے ساری کہانی سنا دی تھی... اور اسے ایاز خالد سے خبردار رہنے کے لیے کہا تھا کہ کہیں وہ اس سے انتقام لینے کے لیے نشانہ نہ بنائے... شیخ جابر ایاز خالد کی طرف سے فکر مند رہتا تھا... ادھر وہ اپنے باپ سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ جلد از جلد باپ کی ساری دولت کا خود مالک و مختار بن جانے کے لیے بے چین تھا، چنانچہ اس نے ہیبت خان سے بات کی، اس نے مسٹر کراؤن سے معاملہ طے کیا اور اس طرح یہ کام انجام دیا گیا... لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ شیخ جابر کو کس طرح پتا

چلا... ہیبت خان ایسے کام کرتا ہے... تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہیبت خان بڑے لوگوں سے اسی لیے دوستی لگاتا تھا کہ ان کے حالات معلوم کرے... اور اس طرح اپنا کام کرے... اس طرح وہ مسٹر کراؤن کے ساتھ مل کر لمبی لمبی رقمیں کمایا کرتا تھا... شیخ جابر نے ایاز خالد کا ذکر ہیبت خان سے اس بنا پر کر دیا کہ وہ اس کی طرف سے خوف محسوس کرتا ہے... اس پر ہیبت خان نے کہا کہ اس کا کام تمام کرا دیتے ہیں... شیخ جابر نے تب اپنے باپ کے بارے میں بات کی... اور ہیبت خان نے یہ چال سوچی کہ ہپناٹزم کی مدد سے ایاز خالد کے ہاتھوں شیخ بابر کا قتل کرا دیا جائے گا، اس طرح ایاز خالد گرفتار ہوگا... اور شیخ جابر پر کوئی شک تک نہیں کرے گا... نہ اس کی طرف کسی کا شک جائے گا... لہٰذا کیس ان کے خیال میں ہر طرح محفوظ تھا... لیکن یہ بھول گئے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے... میرا خیال ہے... اب اس کیس میں کوئی الجھن نہیں رہ گئی... لہٰذا اب ہم چلتے ہیں... باقی کام اکرام کر لے گا... مجرم صاحبان آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

وہ کیا کہتے... ان کے سر تو جھک چکے تھے۔



ناول نمبر
711

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

خونی ریاست

مصنف: ——————— اشتیاق احمد

☆ اس بار انہوں نے ایک ریاست کی سیر کا پروگرام بنایا تھا۔
☆ اس ریاست میں نہ تو ان کا کوئی دوست تھا، نہ جاننے والا۔
☆ پھر بھی وہ میک اپ میں روانہ ہوئے۔
☆ ان کا ارادہ تھا، وہ صرف سیر کر کے واپس آئیں گے۔
☆ لیکن ریاست کے ایک ہوٹل میں وہ الجھ کر رہ گئے۔
☆ الٹا ان کے خلاف ایک کیس بن گیا، انہیں گرفتار کر کے تھانے لے جایا گیا۔
☆ پھر انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔
☆ انسپکٹر جمشید محمود کے چاقو سے کام لے کر نکل سکتے تھے... لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔
☆ اس لیے کہ وہ تیل دیکھنا چاہتے تھے، تیل کی دھار دیکھنا چاہتے تھے۔
☆ محمود، فاروق اور فرزانہ کی شوخیاں عروج پر۔
☆ خان رحمان اور پروفیسر داؤد میدان عمل میں۔

قیمت: ——————— -/90 روپے مع چاند ستارے

خط اور خط کا جواب

☆ کیا آپ چاہتے ہیں... اشتیاق احمد آپ کے خط کا فوری طور پر جواب دیں۔

☆ اس کے لیے ضروری ہے.... خط مختصر لکھیں....

☆ خط میں اپنا جوابی لفافہ ضرور شامل کریں۔

☆ اور جوابی لفافے پر اپنا پتا ضرور لکھیں۔

☆ اپنے خط کے ساتھ ایک سادہ کاغذ یا رائٹنگ پیڈ کا کاغذ بھی رکھ دیں۔

☆ اور خط اس پتے پر لکھیں۔ اشتیاق احمد۔ بازار لوہاراں۔ جھنگ

پھر دیکھئے!

آپ کو جواب کس قدر جلد ملتا ہے۔

ادارہ